حضرت ﷺ کی سب سے پہلی بیوی کے مکمل حالات

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ

از

جناب مولانا آغا رفیق صاحب بلند شہری
مصنف و مؤلف
آفتاب رسالت - نور جہاں - خلافت راشدہ۔
حضرت عائشہ صدیقہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ وغیرہ وغیرہ

جسے
نوبہار بکڈپو کوچہ دکھنی رائے
دریا گنج دہلی نے شائع کیا

بار اول

قیمت ۱۲؍

(نایاب پریس دہلی)

سیرت ام المومنین

حضرت

خدیجۃ الکبریٰ رضؓ

مرتبہ

مورخ اسلام حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری

جسکو

نوبہار بک ڈپو　　قیمت ۱۲ ار

دریا گنج دہلی نے چھاپ کر شائع کیا

۹۲۱۲۷۲

۲

ام المومنین

حضرت عائشہ صدیقہؓ

یعنی

حضور صلعم کی محبوب ترین بیوی کی پاکیزہ

زندگی کے جامع حالات

مؤلفہ حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری

نوبہار بکڈپو

دریا گنج دھلی سے طلب فرمایئے

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ حضور صلعم کی سب سے پہلی بیوی حضرت فاطمہ زہرا رضؓ کی والدہ ماجدہ۔ اور حضرات حسنین رضؓ کی محترمہ نانی ہیں اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ آپ ہی دنیا میں سب سے پہلی مسلمان خاتون اور اسلام پر اپنی ساری دولت قربان کر دینے والی ہیں اور یہ ایسے فضائل ہیں جو ازواج مطہرات میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوئے۔

بنا بریں ام المومنین سیدتنا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے حالات کا مطالعہ مسلمان خواتین کے لئے خصوصاً بیحد نافع اور سبق آموز ہے اور ہم کو امید ہے کہ مسلمان ان حالات کو پڑھ کر اپنی اصلاح کی معقول کوشش کریں گے اور ان کے گھروں میں جو کشمکش صحیح اسلامی تعلیم پر عمل درآمد نہ ہونے کے سبب اکثر رہتی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ مسلمان گھروں میں جو خرابیاں ہمسایہ اقوام کی معاشرت وغیرہ سے پیدا ہو گئی ہیں ان میں زیادہ حصہ ایسا ہے جو صحیح اسلامی تعلیم سے ناواقفیت اور پھر نفسانیت کی بدولت وجود پذیر ہوا ہے اور اس کے دفعیہ کی صحیح تدبیر یہ ہے کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورت صحیح اسلامی تعلیم کو حاصل

کریں اور اپنی زندگی کے ہر شعبہ کو اسلامی تعلیم کے سانچہ میں ڈھال لیں۔ حضورؐ کی ازواج مطہرات۔ صحابیات اور صالحات کی زندگی کے حالات کا مطالعہ یقیناً اس کام میں مدد دے گا۔

اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر اب سے تقریباً پچیس سال پہلے میں نے زہراوی کی کتاب "سیرۃ ام المومنین سیدۃ خدیجۃ الکبریٰ رضؓ" کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اس سلسلہ کو جاری رکھا جائے۔ لیکن مذہبی اور تاریخی کتب کی مسلسل تصنیف و تالیف اور تراجم نے مجھ کو اس کا موقع نہیں دیا اور میں اس سلسلہ میں کچھ نہ لکھ سکا۔

گذشتہ سال سے جناب ندیم صہبائی فیروز پوری کا اصرار تھا کہ میں ازواج مطہرات وغیرہ کے حالات چھوٹے چھوٹے رسالوں میں مرتب کردوں لیکن ضروری کاموں میں مصروفیت کے سبب میں ان کی خواہش کو پورا نہ کر سکا آخر مجبور ہو کر انہوں نے اپنے تاریخ اسلام کے کام کو جس کی ترتیب میں۔ میں مشغول تھا رکوا دیا اور اس سلسلے کی کتابیں لکھوانی شروع کردیں سب سے پہلے ان کی خواہش کے مطابق میں نے حضرت فاطمہ زہرا رضؓ کی سیرۃ کو مرتب کیا اور اس کے بعد حضورؐ کی محبوب ترین بیوی حضرت عائشہ رضؓ کی سیرۃ ترتیب دی اور پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے حالات مرتب کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔

ارادہ تھا کہ ازواج مطہرات۔ بنات طاہرات اور صحابیات وغیرہم کے حالات جس قدر بھی تاریخ کی معتبر کتابوں سے دستیاب ہو سکیں ان کتابوں

میں درج کر دئے جائیں لیکن ادہر تو ندیم صاحب کا یہ اصرار تھا کہ جلد سے جلد
اس سلسلہ کو تکمیل پر پہونچا یا جائے اور دوسری جانب یہ تاکید۔ کہ کوئی کتاب
بارہ جزو سے بڑھنے نہ پائے ان حالات میں کتاب کے اندر جامعیت پیدا کرنا
مصنّف کے لئے ناممکن ہے اس لئے جس قدر حالات آسانی سے فراہم ہو سکے
میں ہدیۂ ناظرین ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے حالات کو ہم نے اس کتاب میں تین حصوں
کے اندر تقسیم کیا ہے پہلے اور دوسرے حصہ میں وہ حالات ہیں جو ظہور اسلام یا
قبول اسلام سے پہلے کے ہیں عام خیال کی بنا ر پر قبل از اسلام کے حالات کو
تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی زندگی
کے حالات میں قابل توجہ اور لائق مطالعہ وہی حالات ہیں جو قبول اسلام کے بعد
کے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہمارے خیال میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی پاکیزہ
زندگی کے تمام حالات مسلمانوں کے لئے قابل مطالعہ ہیں اس لئے کہ حضرت خدیجۃ
الکبریٰ رضہ حضور صلعم کی سب سے پہلی بیوی ہیں جنھوں نے اپنی پاکیزہ فطرت کی بدولت
حضور صلعم سے نکاح کی سعادت کو حاصل کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت خدیجۃ
الکبریٰ رضہ کو خدا نے اسی لئے پیدا کیا تھا۔ کہ وہ عہد جاہلیت اور عہد اسلام دونوں
میں فضل وشرف کو حاصل کریں۔ عہد جاہلیت میں جاہلیت کے قبائح سے اپنے
آپ کو بچائیں۔ مردم شناسی کا جوہر حاصل کریں اور دنیوی تجربات سے اپنے آپ
کو اس قابل بنائیں کہ نور نبوت کی ہم آغوشی کی عزت وسعادت کو حاصل کر سکیں

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ حضورؐ کی بیویوں میں سب سے بہتر و افضل ہیں اس لئے کہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے آپ کا وجود باجود موجب خیر و برکت ہوا ہے۔ آپ نے حضورؐ کی ہمت افزائی اُس وقت کی جبکہ خود حضورؐ نزول وحی کے غیر معمولی واقعہ سے سخت مضطرب و پریشان تھے اور اپنی جان کو خطرہ میں پاتے تھے اور اس وقت تائید و تصدیق کی جبکہ دنیا میں ان کے سوا کوئی ایک شخص بھی تائید و تصدیق کرنے والا نہ تھا پھر اپنی دولت کو اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر اس وقت خرچ کیا جبکہ اور کوئی خرچ کرنے والا نہ تھا اور اس کے بعد حضور صلعم کی تائید۔ مسلمانوں کی امداد۔ اور اشاعت اسلام پر اپنی ساری دولت کو قربان کر دیا۔ اور اپنی زندگی میں اس قدر مسلمان بنا دئے جن سے اسلام کی بنیاد مضبوط ہو گئی یعنے حضورؐ کے جاں نثاروں کی تعداد اتنی ہو گئی۔ کہ ان سے حضورؐ مطمئن نظر آنے لگے۔

حضورؐ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے پچیس سال کی عمر میں نکاح کیا تھا اس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی عمر چالیس سال کی تھی عطائے نبوت سے پہلے پندرہ سال حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے عہد جاہلیت میں حضورؐ کے ساتھ بسر کئے اور نزول وحی و ظہور اسلام کے بعد دس سال تک زندہ رہیں اسلام اور مسلمانوں کی شاندار خدمات انجام دیں اور نبوت کے دسویں سال میں وفات پائی۔ اس اعتبار سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی (۱) حضورؐ سے نکاح کے پہلے کی چالیس سالہ زندگی (۲) حضور صلعم سے نکاح کے بعد ظہور

اسلام سے پہلے کی پندرہ سالہ زندگی۔اور ظہور اسلام کے بعد کی دس سالہ زندگی
ہم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی زندگی کے ان تینوں زمانوں کے حالات
مناسب تفصیل کے ساتھ علیحدہ علیحدہ لکھتے ہیں تاکہ ناظرین امّ المومنین سیدتنا
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی زندگی کے تمام حالات سے واقف ہوسکیں اور
ہر زمانہ کے حالات کو اپنی نگاہ میں رکھہ کر اپنی زندگی کو اسلام کے صحیح سانچہ
میں ڈھال سکیں۔

آغا رفیق بلند شہری
دہلی
۳۰۔ جون ۳۹ء

حضور صلعم کی محبوب ترین صاحبزادی

حضرت فاطمہ رضؓ

کی

زندگی کے پاکیزہ اور جامع حالات

مرتبہ

حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری

نوبہار بک ڈپو

مکتبہ کوثر دریا گنج دہلی سے طلب فرمائیں۔ امروہوی

عہد جاہلیت کی چالیس سالہ زندگی کے حالات

مرتبہ

مؤرخ اسلام حضرت علامہ آغا رفیق صاحب

بلند شہری

([illegible])

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

(۱)

ابتدائی حالات

ازواج مطہرات کے ابتدائی یا اسلام سے پہلے کی زندگی کے حالات فراہم کرنے کی مورخین اسلام نے بہت کم کوشش کی ہے اس لئے کہ ان کی نگاہ میں یہ حالات غیر ضروری اور پھر غیر مفید بھی تھے۔ البتہ غیر مسلم مورخین نے بعض مخصوص عنوانات میں ان کے حالات قبل از اسلام لکھے ہیں۔ جن کو زیادہ معتبر خیال نہیں کیا جاتا۔

حضرت خدیجہؓ کے ابتدائی حالات احادیث وکتب تاریخ سے جس قدر ہم کو ملے ہیں ہدیہ ناظرین ہیں۔

۱۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا خاندان

عرب کے تمام علاقوں یا ممالک میں دو خاندان مشہور و محترم تھے یعنی عدنان اور قحطان اور عرب کے جس قدر ممتاز قبائل تھے سب انھیں کی اولاد تھے عدنان اور قحطان کا سلسلۂ نسب کہاں منتہی ہوتا ہے اس کی نسبت یہ تو مسلّم ہے کہ حضرت

آدم علیہ السلام عرب کے جد اعلیٰ ہیں لیکن عدنان وقحطان اور آدم علیہ السلام کے درمیان کتنی پشتیں گذری ہیں اور درمیانی نسلوں کے نام کیا ہیں اس کی نسبت کوئی صحیح و مستند روایت نہیں ملتی۔

صحیح بخاری شریف میں ایک روایت ہے جس میں حضور ص نے اپنا سلسلۂ نسب اس طرح بیان فرمایا ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلبؓ بن ہاشم بن عبد مناف بن قصے ابن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رض کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں ابن عباس رض نے یہ بیان کیا ہے کہ حضور ص جب اپنا سلسلۂ نسب بیان فرماتے تو عدنان پر سلسلہ کو ختم کردیتے اور پھر فرماتے۔ کذب النسابون یعنی عدنان کا سلسلہ نسب حضرت آدم ع تک بیان کرنیوالے جھوٹے ہیں اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ عدنان کا سلسلۂ نسب آدم علیہ السلام تک پہونچتا تو ضرور ہے لیکن درمیانی نسلوں سلسلوں کو پیوستہ کرنا درست و صحیح نہیں ہے۔ اس کا حال خدا ہی کو معلوم ہے

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرب کے تمام ممتاز قبائل عدنان کی اولاد میں سے ہیں۔ اور یمن وغیرہ کے عربوں کا تعلق قحطان کی نسل سے ہے عدنان کی دسویں پشت میں فہر بن مالک ایک شخص ہے اسی فہر کا دوسرا نام قریش ہے اور حجاز کا مشہور قبیلۂ قریش اسی کی اولاد میں سے ہے قریش کی چھٹی پشت میں قصے بن کلاب ہے اسی کی نسل سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض ہیں

اور اسی قصے کی نسل سے تیسری پشت میں ہاشم ہیں۔ جو حضور صلعم کے پردادا ہیں۔ قصے کے تین بیٹے تھے۔

عبد مناف۔ عبد الدار۔ اور عبد العزّے۔ عبد مناف کی اولاد میں حضور صلعم ہیں۔ عبد الدار کی اولاد میں خانہ کعبہ کے متولّی و کلید بردار بنو شیبہ ہیں اور عبد العزّے کی اولاد میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ ہیں

مختصر یہ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ قریش کے ایک معزز خاندان سے ہیں اور آپ کا صحیح سلسلہ نسب یہ ہے خدیجۃ الکبرےٰ رضہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزّے بن قصی بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان اس سلسلہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلعم کی ازواج میں قصےٰ کی اولاد سے حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضہ سب سے قریب کا خاندانی تعلق رکھتی ہیں۔

۲۔ پیدائش اور تربیت

حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضہ کے والد ماجد خویلد بن اسد غالبًا سفری تجارت کیا کرتے تھے۔ یا تجارتی سلسلہ کے سبب کسی ایسی جگہ اقامت پذیر تھے جہاں سے لے جانے اور مال لانے میں آسانیاں رہتی تھیں۔ کچھ عرصہ تک اسی طرح زندگی بسر کرنے کے بعد وہ مکہ میں چلے آئے اور مستقل اقامت اختیار کرکے فاطمہ بنت زائدہ سے انہوں نے شادی کرلی۔ اور اپنے تجارتی کاروبار

کو وسیع پیمانہ پر شروع کر دیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض عام فیل[5] سے پندرہ سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ یعنی حضور ﷺ کی پیدائش سے پندرہ[15] سال پہلے آپ پیدا ہوئیں

اس زمانہ میں عرب کے اندر لڑکیوں کو خدا کی ذلیل مخلوق خیال کیا جاتا تھا اور پیدا ہونے کے بعد ان کو زندہ زمین کے اندر دفن کر دیا جاتا تھا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

واذا بشر احدهم بالانثیٰ	ان میں سے کسی کو لڑکی پیدا ہونے کی بشارت
ظل وجهه مسودا وهو کظیم	دی جاتی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے
یتواریٰ من القوم من سوء ما	اور ملول ہو جاتا ہے اور اس نامبارک بشارت
بشر به ۔ ایمسکه علیٰ هون ام	کے باعث سے قوم سے چھپتا ہے اور سوچتا
یدسه فی التراب الا ساء	ہے کہ بیٹی کو اس ذلت پر رہنے دے یا مٹی میں
ما یحکمون ۵	دبا آئے دیکھو ان لوگوں کی رائے کیسی بری ہے

لیکن کیا یہ رواج تمام قبائل عرب و حجاز میں تھا یا چند مخصوص اشخاص اس رواج کے پابند تھے مورخین اور مفسرین کی تحقیقات سے اس سلسلہ میں یہ ثابت ہوا

---

[5] عام فیل سے وہ سال مراد ہے۔ جس میں ابرہہ شاہ یمن نے مکہ معظمہ پر فوج کشی کی تھی اور معاذ اللہ خانہ کعبہ کو ڈھانے کے ارادہ سے ہاتھیوں کی بڑی تعداد لے کر چڑھ آیا تھا جسکا ذکر قرآن مجید کی سورۂ فیل میں کیا گیا ہے خداوند تعالیٰ نے ابرہہ اور اس کے لشکر کو تباہ کر دیا اور یہ واقعہ عرب کا سنہ بن گیا حضور ﷺ اسی سنہ کے پہلے سال میں پیدا ہوئے تھے ۱۲ مولف

ہے کہ لڑکیوں کو زندہ زمین کے اندر گڑھا کھود کر دبا دینے کا رواج چند ذلیل وغریب افراد یا سنگدل و بدطینت اشخاص میں رائج تھا۔ شریف و معزز قبائل میں عورت کی ہستی اسی طرح معزز سمجھی جاتی تھی۔ جس طرح مردوں کی ہستی اور ان کے حقوق بھی ایک حد تک محفوظ رکھے جاتے تھے۔

حقیقت یہی ہے اور قرائن اس کے شاہد ہیں اس دور ترقی میں بھی جبکہ تمدن و تہذیب کی حکومت ہے اور انسانی و حیوانی جان بڑی قدر و قیمت رکھتی ہے۔ بعض ایسے لوگ دنیا میں موجود ہیں جو عورت کی قدر و قیمت گھاس کے ایک تنکے کے برابر بھی نہیں سمجھتے اور عورت کو محض آلۂ تفریح سمجھا جاتا ہے ایسی حالت میں عرب جاہلیت میں بھی اگر ایسے لوگوں کی ایک جماعت موجود ہو جو لڑکیوں کو ذلیل مخلوق سمجھ کر زندہ دفن کر دیتی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ عرب میں صرف چند اشخاص یا چند معمولی قبائل ایسے تھے۔ جو لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ معزز و شریف قبائل میں اس کا رواج نہ تھا اور نہ وہ اس کو اچھا سمجھتے تھے۔

قریش کے سربرآوردہ اشخاص اور معزز قبائل میں یہ رسم بد جاری نہ تھی جس کا ثبوت تاریخ کے اوراق دیتے اور بتاتے ہیں کہ ظہور اسلام سے قبل اور ایام جاہلیت کے آخری دور میں قریش کے معزز و محترم قبائل میں کثرت سے لڑکیاں پائی جاتی تھیں۔ جنہوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام قبول کر کے نمایاں اشخاص کی فہرست میں شامل ہوئیں۔

حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ ظہور اسلام سے تقریباً پچپن سال پہلے پیدا ہوئی تھیں اور والدین نے ان کو اس طرح سے پرورش کیا تھا۔ جس طرح شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش ہوتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کی قوم (قریش) عورتوں کی عزت کرتی تھی اور عورت کا درجہ ان کی نظر میں اتنا پست نہ تھا جتنا کہ بعض مورخین نے بیان کیا ہے۔

جس زمانہ میں حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ پیدا ہوئی ہیں اس زمانہ میں عرب بہت سادہ زندگی رکھتے تھے نہ عالی شان مکانات ان کے پاس تھے اور نہ تمدن و معاشرت کی وہ دل آویزیاں تھیں جو خوش حال قوموں میں پائی جاتی تھیں وہ معمولی مکانات میں جنکی چھتیں عموماً کھجور کی ڈالیوں اور پتوں سے پاٹی جاتی تھیں رہتے تھے۔ معمولی غذا کھاتے تھے اور معمولی لباس استعمال کرتے تھے۔

حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کے والد اگرچہ خوشحال اور تجارت پیشہ تھیں تھے۔ لیکن عام آبادی کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اور قومی خصوصیات کے دل دادہ تھے۔

کسی صحیح تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کے والد کس مذہب کے پابند تھے۔ عرب میں اس وقت زیادہ تعداد بت پرستوں کی تھی۔ کچھ مسیحی تھے اور بعض دہریئے خویلد بن اسد کے خاندان میں بعض لوگ مسیحی ہی تھے۔ جو بت پرستی سے نفرت رکھتے تھے۔ ممکن ہے مسیحی اشخاص کی صحبت اور پھران کی تعلیم و ہدایت سے خویلد بن اسد بت پرستی سے نفرت رکھتے ہوں یا دین مسیحی کی جانب رغبت رکھتے ہوں۔

حجاز میں نہ تو کوئی خود مختار حکومت تھی اور نہ کوئی مطلق العنان بادشاہ اطراف وشہر کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد تھا اور کمیٹی کی اجازت سے مختلف اشخاص جو سب کے سب قریش تھے مختلف خدمات کو انجام دیتے تھے انہیں خدمات میں سے ایک خدمت غیر قریش قبائل اور غریب وبیکس اشخاص کی حمایت ومدد تھی اور یہ کام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے قبیلہ بنو اسد بن عبد العزیٰ کے سپرد تھا اور خویلد بن اسد اس کو انجام دیتے تھے۔

قبائل قریش میں اگرچہ یہ خدمت کچھ زیادہ اہم نہ تھی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہی خدمت تمام انتظامی خدمات میں اس وقت اہم ہو سکتی تھی اس لئے کہ صرف اپنے قبائل اور اشخاص کی خدمت ہر شخص کرتا ہے اور قومی اقتدار ووقار کو قائم رکھنے کے لئے ہر شخص آمادہ رہتا ہے لیکن غریبوں کی خدمت۔ بیکسوں کی حمایت اور غیر قبائل یا بیرونی اشخاص کے حقوق کی حفاظت انتہائی ذمہ داری کی خدمت ہے اور اس کو وہی شخص بجا لا سکتا ہے جو خوشحال ہو اور غریبوں مسکینوں سے ہمدردی رکھتا ہو یہ اوصاف بنو اسد خصوصًا خویلد بن اسد میں پورے طور پر پائے جاتے تھے اور واقعہ یہ ہے کہ وہ اس خدمت کو خوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے۔

چونکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا خاندان غریبوں۔ بے کسوں۔ اور غیروں کا حامی ومددگار رہتا۔ اس لئے ان کے والد خویلد بن اسد کے مکان کے قریب بہت سے غریب وبیکس لوگ قیام پذیر تھے اور ان کی حمایت میں زندگی بسر کرتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ان کے شریفانہ اخلاق وعادات نے حضرت

خدیجۃ الکبریٰ رضؓ پر اثر ڈالا اور ان کی صحبت نے ان کو غریب نواز اور بیکسوں کا بہی بنا دیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے دولت و خوش حالی کے آغوش میں پرورش پائی اور ان غریبوں اور بیکسوں کی صحبت سے متمتع ہوئیں جو ان کے والد کی حفاظت و حمایت میں زندگی بسر کرتے تھے۔

حجاز میں وہ زمانہ جس میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے پرورش و تربیت حاصل کی ہے اگرچہ امن و امان کا زمانہ تھا اور قریش کا اقتدار ملک کے قائم تھا لیکن بعض لوگوں میں اقتدار و وقار کے نشہ نے ایسی کمزوریاں اور خوبیاں بھی پیدا کر دی تھیں۔ جو قریش جیسی شریف و ممتاز قوم کے لئے باعث ننگ تھیں مثلاً شراب خواری۔ جوا۔ اور زنا کاری وغیرہ اور ان ذلیل کاموں نے بتدریج اتنی اہمیت حاصل کر لی تھی کہ ان کو شرافت کا تمغہ اور امتیاز کی علامت سمجھا جانے لگا تھا بایں ہمہ بہت سے سربرآوردہ اشخاص ایسے بھی تھے جو ان مشاغل کو ذلیل ہی خیال کرتے تھے اور ان کے قریب تک نہ جاتے تھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے والد انھیں اشخاص میں سے تھے ان کو ان مشاغل سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ وہ ایسے لوگوں کی صحبت کو پسند کرتے تھے جو ان مشاغل سے دلچسپی رکھتے تھے۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ کہ قریش میں زنا کاری کا شغل بھی قومی شرافت کا نشان سمجھا جاتا تھا اس سلسلہ میں تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ زنا کاری کی خواہشات صرف غیروں کی لونڈیوں اور غیر قبائل کی عورتوں سے پوری

کی جاتی تھیں۔ قریش کے قبائل کی عورتوں کو بُری نگاہ سے دیکھنا یا ان سے زنا کرنا سخت جرم سمجھا جاتا تھا۔ اور قریش کی عورتیں اس لعنت سے قطعاً محفوظ و مامون تھیں۔

بہر نوع مذکورۂ بالا واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضؓ کی پرورش و تربیت بہترین فضا میں بہترین طریقہ پر ہوئی اور اسی بہترین تربیت نے آپ کو قریش کی بہترین عورت اور پھر عہد اسلام میں دنیا کی سب سے بہتر عورت بنا دیا اور وہ سعادت آپ کے حصہ میں آئی۔ جو دنیا میں آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی

۳۔ خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے ذاتی محاسن

دنیا میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو جو فضل و شرف حاصل ہوا ہے۔ اس کا سب سے بڑا سبب اسلام اور پھر حضور صلعم کی زوجیت ہے۔ لیکن اس زوجیت اور اسلام سے پہلے بھی آپ کو اپنی قوم میں خاص عزت و عظمت حاصل تھی اور قریش میں آپ کے خاندان کو اور قرشی خواتین میں آپ کو غیر معمولی امتیاز نصیب تھا۔

ہم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے چند وہ محاسن اور فضائل بیان کرتے ہیں جو اُن میں اسلام سے قبل پائے جاتے تھے اور جو اس زمانہ میں مشکل سے کسی قرشی خاندان کو حاصل ہوتے تھے۔

عصمت و عفت | یوں تو عرب و حجاز میں آزاد عورتوں کی عصمت و

عفت عام طور پر محفوظ تھی اور آزاد عورتوں کے لئے زناکاری یا غیر مردوں سے ملنا جلنا قطعًا ممنوع و حرام تھا اور جب کبھی کوئی ایسا ناگوار واقعہ پیش آجاتا تھا تو قوم کے اہل الرائے اشخاص کے مشورہ سے اس قسم کے جرائم کی سخت سزا دی جاتی تھی۔ بایں ہمہ بعض اوقات اوباش نوجوان بعض بھولی بھالی لڑکیوں کو دام فریب میں پھانس لیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض نے جس گھر میں پرورش و تربیت حاصل کی تھی۔ وہ اس قسم کی آلائشوں سے قطعًا پاک تھا۔ خاندان کے اشخاص قوم کے معتمد علیہ تھے۔ بھلائی برائی سے واقف تھے اور کسی ایسے کام میں ہاتھ نہ ڈالتے تھے جو عزت و شرافت کے دائرہ سے خارج ہو پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے والد تجارت پیشہ اور مالدار شخص تھے۔ جنکی عزت و عظمت کا بچہ بچہ محافظ تھا۔ اور ان کے گردو پیش وہ لوگ آباد تھے۔ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے والد اور خاندان کو اپنا مربی و محافظ سمجھتے تھے۔

ظاہر ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض نے اس فضا میں پرورش و تربیت حاصل کر کے ان تمام خوبیوں کو حاصل کر لیا ہوگا۔ جو ایک شریف خاتون کو حاصل ہونی چاہئیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سن شعور پر پہونچکر آپ نے قوم میں اپنے محاسن کی بدولت غیر معمولی شہرت و عظمت حاصل کر لی اور بڑے بڑے خاندان کے لوگ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض سے شادی کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔

حسن و جمال حسن و جمال کی صحیح تعریف ممکن نہیں ہے اور ہر قوم حسن و جمال کو اپنی فطری نظر سے دیکھتی ہے۔ بعض قومیں جن باتوں کو حسن و جمال سے تعبیر کرتی ہیں۔ دوسری قومیں ان کو عیوب میں شمار کرتی ہیں۔ اس لئے ہر قوم کے

حسن وجمال کو اس کی نظر سے دیکھنا چاہیئے اگر اس کا مجوزہ حسن وجمال۔ دنیا کی متمدن وخوش حال قوموں کے معیار حسن پر پورا اترتا ہے تو یقیناً وہ حسن وجمال ہی عجائب ہے جس کی کشش ودلفریبی مسلّمہ ہے اور جو اس معیار پر پورا نہیں اترتا وہ صرف قومی خصوصیات میں شامل سمجھا جاتا ہے۔

عرب تناسب اعضا۔ منظم اوضاع۔ معتدل اشکال اور صاف وسپید رنگ کو حسن وجمال سمجھتے تھے اور ان کے نزدیک وہی شخص حسین وجمیل سمجھا جاتا تھا جو صاف وسپید (زردی مائل) رنگ رکھتا ہو۔ تمام اعضا اس قدر متناسب ہوں گویا سانچہ میں ڈھلے ہوئے ہیں اور شکل وصورت ایسی معتدل ومساوی ہو۔ جس میں قدرتی کشش ہو۔

عرب کے اس معیار حسن وجمال سے وہ رنگ خارج ہے جو بالکل سپید ہو یا جس میں داغ و دھبے ہوں یا جس میں غیر معمولی سرخی وزردی شامل ہو یا جس میں سیاہی کی وہ ناگوار جھلک پائی جائے۔ جس نے سپیدی کو ماند کردیا ہو یا جلد کو سخت بنادیا ہو اور یہی وہ معیار حسن ہے جو آج اقوام عالم کے نزدیک معتبر ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی قوم قریش انہی حسن وجمال سے متصف تھی اور عام طور پر مردوں اور عورتوں میں حسن وجمال کی مذکورۂ بالا تمام خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ یعنے ان کا رنگ سفید سرخی یا زردی مائل تھا۔ اعضاء متناسب ومعتدل تھے۔ قد وقامت میں اعتدال تھا اور آنکھیں ملیح وخوشنما تھیں اور یہی تمام خوبیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ میں پائی جاتی تھیں۔

خودداری:۔ قریش ایک خوددار قوم تھی اور اس کا ہر فرد خودداری کا مجسمہ تھا۔ شخصی خودداری کو صدمہ پہونچنا انکے نزدیک قومی خودداری کو صدمہ پہونچنے کا مرادف خیال کیا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی۔ کہ قوم کے کسی فرد کی توہین ہونے پر ساری قوم توہین کرنے والے کی قوم سے بھڑ جاتی تھی اور برسوں تک اس کا انتقام لیا جاتا تھا ظاہر ہے کہ ایسی خوددار قوم کی عورتیں کتنی خوددار ہوں گی اور خودداری کی حفاظت میں وہ کیا کچھ نہ کر بیٹھتی ہوں گی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض قومی خودداری کا ایک صحیح نمونہ تھیں ایام جاہلیت میں اگرچہ ان کی خودداری کا کوئی واقعہ تاریخ میں نظر سے نہیں گذرا لیکن اسلام میں اس کے متعدد واقعات پائے جاتے ہیں۔ جن میں سب سے بڑا واقعہ اسلام کی صداقت کو قائم رکھنے کے لئے سخت تکالیف کو برداشت کرنا۔ حضور صلعم کی تائید وحفاظت میں اپنی ساری دولت کو خرچ کر دینا۔ اور کمزور وبیکس مسلمانوں کی حمایت وحفاظت زندگی کے آخری لمحہ تک کرنا ہے

ذکاوت وذہانت:۔ عرب قبل از اسلام کی تاریخ میں اگرچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی ذکاوت وذہانت کے متعلق کوئی خاص واقعہ بیان نہیں کیا گیا ہے لیکن جس ذہانت وذکاوت سے قدرت نے آپ کو متصف کیا تھا۔ اس کا ظہور اسلام میں متعدد مواقع پر ہوا ہے۔ جو ثبوت ہے اس بات کا کہ خدا نے آپ کو غیر معمولی ذکاوت وذہانت مرحمت فرمائی تھی۔ اور یہی ذکاوت وذہانت تھی جس نے عالم بیوگی میں آپ کی مدد کی تھی اور آپ نے اپنی ذاتی قابلیت اور ذہانت وذکاوت سے اپنے تجارتی کاروبار کو جاری

رکھا تھا اور حضورؐ کی زوجیت میں آنے کی وقت تک تجارت کے ذریعہ معقول منافع حاصل کرتی رہی تھیں۔

فراست۔ فراست کا تعلق عقل و دانش سے بھی ہے اور روح سے بھی لیکن روحانی فراست عموماً صحیح و درست ہوتی ہے اور جس قدر روح پاکیزہ اور آلائش سے پاک و سبک ہوتی ہے اسی قدر فراست قوی ہوتی ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی پرورش و تربیت جس فضا میں ہوئی تھی اس نے ان کی روح کو پاکیزہ اور سبک بنا دیا تھا اور فراست نے غیر معمولی قوت حاصل کرلی تھی جس کا اولیں ثبوت یہ ہے کہ ان کی شادی دو شخصوں سے یکے بعد دیگرے ہوئی تھی اور دونوں سے ان کے ازدواجی تعلقات خوشگوار رہے تھے۔ پھر تیسری شادی حضور صلعم سے ہوئی اور حضور صلعم اُن کے آخری سانس تک ان سے خوش رہے۔ اور انکی وفات کے بعد اپنی عمر کے آخری لمحہ تک ان کی محبت اور فراست کو یاد فرماتے رہے۔ اور دوسرا ثبوت آپ کی فراست کا وہ واقعہ ہے جو نزول وحی کے بعد پیش آیا تھا... حضور صلعم نزول وحی کے غیر معمولی واقعہ سے متاثر لرزاں و ترساں جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے پاس پہونچے اور واقعہ بیان کیا تو فوراً بغیر غور و تامل کئے اپنی باطنی فراست سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے حضورؐ کو تسکین و تسلی دیتے ہوئے کہا:"آپ پریشان نہ ہوں خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ کیونکہ آپ عزیز و اقارب کے ساتھ احسان و سلوک کرتے ہیں۔ بیکسوں اور مسکینوں کی مدد کرتے ہیں۔ مہمان کی خاطر مدارات کرتے ہیں اور مصائب میں ثابت قدم رہ کر حق کی حمایت کرتے ہیں۔" اور

سب سے بڑا واقعہ آپ کی فراست کا یہ ہے کہ نزول وحی کی بعد جب حضورؐ نے ان کو خدا کے فرشتے کے آنے کی خبر دی یعنے اپنی نبوت کا ذکر کیا تو آپ فوراً خدا و رسول صلعم پر ایمان لے آئیں اور قبول اسلام میں ایک لمحہ کا توقف نہیں کیا۔

احسان و ہمدردی۔ مسکینوں اور غریبوں کے ساتھ احسان کرنا اور دل شکستہ و مایوس اشخاص سے ہمدردی کرنا اگرچہ بہترین پرورش و تربیت کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ جس شخص کو ان صفات سے خاص طور پر نوازتا ہے اس میں یہ خوبیاں فطری ہوتی ہیں اور وہ ان میں کمال کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ میں احسان و ہمدردی کی صفات قدرت نے خاص طور پر ودیعت فرمائی تھیں اور پھر بہترین تربیت نے ان کو اور قوی کر دیا تھا وہ سن بلوغ کو پہونچنے سے پہلے بھی اپنے والد کے گھر میں مسکینوں غریبوں کے ساتھ احسان و سلوک کرتی رہتی تھیں اور شادی کے بعد بھی غریبوں کی غمخوار و ہمدرد تھیں اور حضورؐ سے نکاح کے بعد تو آپ کی یہ صفات انتہائی حد تک پہونچ گئی تھیں۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے اپنی تمام دولت غریبوں۔ مسکینوں اور بیکسوں کی امداد پر خرچ کر دی تھی اور کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کے قلب میں یہ وسوسہ پیدا نہیں ہوا تھا کہ پونجی کو ختم کر دینے کے بعد کیا ہوگا۔

مختصر یہ کہ حضورؐ کے نکاح میں آنے اور پھر اسلام قبول کرنے سے

پہلے بھی حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضہ کی شخصیت فضائل ومحاسن کی جامع تھی
اور اسلام نے تو ان فضائل اور محاسن کو اتنا بڑھا دیا تھا کہ ان میں مزید
وسعت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور قدرت نے یہ تمام خوبیاں
حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضہ میں صرف اس لئے رکھی تھیں کہ ان کو ایک دن
حضور صلعم کی بیوی بننا تھا اور پھر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت گذار

---

(۲)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی شادیاں

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی ایام جاہلیت میں دو شادیاں
یکے بعد دیگرے ہوئی تھیں اور پہلی شادی سے قبل آپ کی نسبت آپ
کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے ہوئی تھی جو توراۃ وانجیل کے بڑے
عالم تھے لیکن یہ نسبت قائم نہ رہ سکی ممکن ہے منگنی چھوٹ جانے کی وجہ
یہ ہو کہ عرب حجاز کے قریش کی بڑی تعداد اس وقت بت پرست تھی
اور حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضہ کے والد خویلد بن اسد قریش کے ایک دولتمند
اور ممتاز شخص تھے قریش نے یقیناً ان کو ایک مسیحی شخص کے ساتھ خدیجۃ الکبریٰ
جیسی شریف صالحہ۔ عفیفہ اور سنجیدہ خاتون کے شادی کو موزوں نہ
سمجھا ہوگا اور خویلد بن اسد کو اس ارادہ سے باز رکھا ہوگا۔ اور خویلد بن
اسد ان کی متعدد مخالفت سے مجبور ہو گئے ہوں گے۔

پہلی شادی۔ اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ جب سن شعور کو پہنچیں اور وہ نسبت جو ورقہ بن نوفل سے قرار پائی تھی قریش کی دراندازی سے چھوٹ گئی تو خویلد بن اسد نے اعزہ کے مشورہ سے ابو ہالتہ النباش بن زرارہ تمیمی کو خدیجہ کی زوجیت کے لئے انتخاب کیا جو قریش میں ایک ممتاز خاندان کا فرد تھا اور شیوخ واکابر قریش کو بلا کر ان کی موجودگی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا نکاح ابو ہالہ سے کر دیا۔

ایام جاہلیت میں نکاح کا طریقہ کیا تھا بعض غیر معتمد روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دولہن کو بغیر ایجاب وقبول یا تراضی طرفین کے دولہا کے حوالہ کر دیا جاتا تھا۔ نہ اعلان نکاح کی ضرورت تھی۔ اور نہ قوم کے شیوخ واکابر کی موجودگی میں نکاح کی رسم ادا کرنے کی ایک اور مہمل اور لغو روایت یہ ہے کہ قوم کے نوجوان قوم کی لڑکیوں سے یکے بعد دیگرے جماع کیا کرتے تھے اور جس کا نطفہ قرار پا جاتا تھا یا جس کے نطفہ سے بچہ پیدا ہوتا تھا عورت کو اس کے حوالہ کر دیا جاتا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کی تمام روایات افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور اگر ان کی کوئی اصلیت ہے بھی تو یہ رواج غیر قریش قبائل میں پایا جاتا ہوگا۔ جو عرب حجاز میں نہایت ذلیل زندگی بسر کرتے تھے قریش میں ہرگز یہ لغویت نہ ہوگی اس لئے کہ قریش ایک ممتاز قبیلہ تھا اور سارے عرب میں ان کا دینی اور قومی شرف مسلم تھا۔ اور خود قریش بھی اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پیغمبر کی اولاد سمجھتے تھے اور اولاد پیغمبر کہلاتے تھے

مستند و معتمد مورخین نے اس حقیقت کو معلوم کرنے کی کافی کوشش کی ہے
اور مختلف مستند و معتبر ذریعوں سے قریش کے طریقۂ ازدواج کو معلوم کیا ہے
ان کی تحقیقات یہ ہے کہ غیر مستند یا متعصب غیر مسلم مورخین نے عرب حجاز
کے بعض ذلیل قبائل کے رسم و رواج شادی کو تمام عرب کا رواج قرار
دے کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ قریش بھی اسی رسم و رواج پر عامل تھے حالانکہ یہ
قطعاً غلط ہے قریش میں شادی یا نکاح کا طریقہ نہایت سادہ اور ہر قسم کی لغویات
سے بالکل پاک تھا قریش اول نسبت یا منگنی کرتے تھے اور یہ نسبت لڑکے اور
لڑکی کے والدین اور ان کے اعزہ کے مشورہ اور پسندیدگی سے تکمیل کو پہونچتی تھی
پھر دولھا کے اعزہ و اقربا معین تاریخ پر دلہن کے گھر جاتے اور دولہا دلہن کی
خواہش اور مرضی سے نکاح کی رسم ادا کی جاتی تھی جس کے بعد یا پہلے خطبۂ
نکاح بھی پڑھا جاتا تھا۔

مختصر یہ کہ ایام جاہلیت میں بھی قبائل قریش کے اندر عقد نکاح کا طریقہ
تقریباً وہی تھا۔ جو بعد کو اسلام میں جاری ہوا۔ چنانچہ عام طور پر تمام مورخین
نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے آخری نکاح کا وہی طریقہ لکھا ہے اور یہ بتایا ہے
کہ حضور صلعم کا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی پسندیدگی سے دولہا دلہن
کے اعزہ و اقربا نے جمع ہو کر کیا۔ نکاح کے خطبے دونوں فریق نے پڑھے۔ مہر
کی رقم ادا کی گئی اور پھر خلوت صحیحہ یا عروسی کے بعد ولیمہ کیا گیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کا نکاح حضور صلعم سے ایام جاہلیت ہی
میں ظہور اسلام سے پندرہ سال پہلے ہوا تھا اور اس وقت تک قریش میں

نکاح کا وہی طریقہ جاری تھا۔ جو ان کے آباد اجداد سے نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا تھا اس سے واضح ہوتا ہے کہ قریش کے طریقۂ نکاح کی نسبت جو روایات غیر مستند یا غیر مسلم مورخین نے فراہم کی ہیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ قطعًا لغو اور بے ہودہ ہیں اور اصلیت سے ان کو دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

کسی مستند ذریعہ سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ ابو ہالہ شادی کے بعد کتنے عرصہ تک زندہ رہا البتہ یہ محقق ہے کہ ابو ہالہ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ جس کا نام ہند تھا ہند نے کافی عمر پائی تھی، اور حضور صؐ نے چونکہ ان کو پرورش کیا تھا اس لئے وہ حضور صلعم کے زینب کہلاتے ہیں۔

ہند حضرت زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ رضؓ کے ماں جائے بھائی تھے نبوت اور اسلام کا زمانہ پایا تھا اور اسلام قبول کر کے صحابۂ کرام کی جماعت میں شمول کا فخر حاصل کیا تھا اور حضرت علی رضؓ کی خلافت تک زندہ رہے تھے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ جنگِ جمل میں جو حضرات علی و عائشہ رضؓ کے درمیان جمادی الثانی ۳۶ھ میں ہوئی تھی ہند رضؓ نے حضرت علی رضؓ کے لشکر میں شہادت حاصل کی محدثین کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین رضؓ نے اپنے ماموں ہند رضؓ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں خصوصًا وہ احادیث جو حضور صلعم کے شمائل سے تعلق رکھتی ہیں اور شمائل نبوی صلعم کی روایت کی بناء پر محدثین کی اصطلاح میں ہند کو وصّاف کہا جاتا ہے

دوسری شادی | ابو ہالہ کی وفات کے بعد خویلد بن اسد نے اپنی بیٹی حضرت

خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کی شادی عتیق بن عائذ مخزومی سے کردی اور اس سے حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس نے کافی عمر پائی اسی لڑکی کے بیٹے مشہور صحابی محمدؓ مخزومی ہیں جن سے بہت سے احادیث مروی ہیں

تیسری شادی۔ بعض مورخوں کا بیان تو یہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی تیسری شادی صیفی بن امیہ سے ہوئی تھی . . . . . . جو آپ کے چچا زاد بھائی تھے۔ لیکن مستند مورخین نے اس روایت کی تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کا تیسرا نکاح حضور صلعم سے ہوا تھا جس کی کیفیت آگے لکھی جائے گی۔

حرب فجار۔ حضور صلعم کی عمر پندرہ سال کی تھی کہ طائف و مکہ کے درمیان کے رہنے والے قبائل بنو ہوازن اور قریش مکہ میں ایک سخت جنگ ہوئی جس کا نام تاریخ میں حرب فجار ہے حضور صلعم اس جنگ میں شریک تھے اور بنو ہوازن کے جو تیر قریشی قبائل میں آکر گرتے تھے. حضورؐ ان کو اٹھا اٹھا کر اپنے چچاؤں کو دے رہے تھے۔

اس جنگ کے وقوع میں آنے کا سبب یہ ہوا کہ ماہ ذیلقعدہ میں جو عربوں کے نزدیک ایک مقدس مہینہ تھا اور جسمیں خونریزی حرام تھی مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر عکاظ میں ایک میلہ لگا کرتا تھا جسمیں عرب کے تمام شاعر شریک ہوا کرتے تھے۔ اور دُور دُور کے شعرا جمع ہو کر اپنے باپ دادا کے کارناموں کے فخریہ قصائد سنایا کرتے تھے۔

ظہور اسلام سے تقریبًا اٹھائیس سال پہلے ملک کی حالت یہ تھی. کہ قبائل بنو ہوازن اور قریش کے درمیان کشمکش جاری تھی اور دونوں میں

میں سے ہر ایک لڑائی چھیڑنے کا بہانہ ڈھونڈھ رہا تھا۔ کہ انہیں ایام میں عکاظ کا میلہ منعقد ہوا اور شعراء کے مجمع میں ایک قریشی شاعر نے ایک قصیدہ میں اپنے خاندان کی غیر معمولی تعریف کی بنو ہوازن کے ایک شخص کو یہ تعریف ناگوار گذری اور اس نے بھرے مجمع میں قریشی شاعر کو ٹوک کر اس پر حملہ کر دیا اور خوب مارا قریش نے یہ صورت دیکھی تو غضبناک ہو کر انتقام پر آمادہ ہو گئے تلواریں کھینچ لیں اور قریب تھا کہ دونوں فریق گتھ جائیں اور خون کے دریا بہنے لگیں کہ شیوخ عرب نے درمیان میں پڑکر صلح کرا دی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا لیکن دونوں قبائل میں جو عداوت و نفرت پائی جاتی تھی وہ بدستور قائم رہی۔

اس صلح کو غالباً تین سال گذرے تھے۔ کہ قریش مکہ نے بنو ہوازن کے ایک قافلہ پر جو تجارتی مال لے کر آ رہا تھا حملہ کر دیا۔ اور سردار قافلہ کو مار ڈالا قریش کی اس عہد شکنی نے جنگ کے دروازہ کو کھول دیا اور بنو ہوازن و قریش کے درمیان چار سال تک متواتر جنگ ہوتی رہی۔ جس میں بنو ہوازن اور قریش کے بیشمار آدمی مارے گئے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے شوہر عتیق بن عائد مخزومی اور والد خویلد بن اسد اسی جنگ میں مارے گئے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ بیوہ ہو گئیں بیوگی کے تقریباً دس سال آپ نے تجارتی کاروبار کے شغل میں بسر کئے جو آپ کو اپنے والد اور شوہر سے ورثہ میں ملا تھا۔

مکمل سوانح عمریاں

مصنفہ
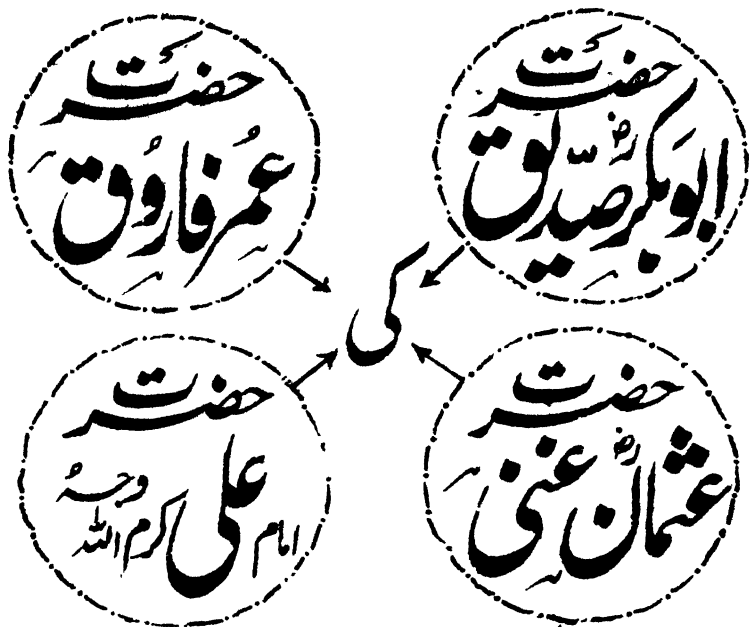
حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری

نونہال بک ڈپو

دریا گنج دہلی سے طلب فرمائیں

یعنی

۳۱

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی اس زندگی کے حالات
جو آپ نے ظہور اسلام سے پندرہ ۱۵ سال پہلے حضور صلعم
کے نکاح میں بسر کی

مرتبہ

مورخ اسلام حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم ط

(۱)

حضورؐ سے نکاح کی تحریک

اکثر مورخین کی تحقیقات تو یہ ہے۔ کہ حرب فجار میں حضور صلعم کی عمر پندرہ سال کی تھی اس حساب سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی بیوگی کا زمانہ دس سال قرار پاتا ہے اس لئے کہ حرب فجار میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے شوہر مارے گئے تھے اور حضور صلعم کا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے پچیس سال کی عمر میں ہوا تھا۔ لیکن بعض مورخ یہ بھی کہتے ہیں کہ حرب فجار میں حضور صلعم کی عمر بیس سال کی تھی اگر یہ درست ہے۔ تو پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا زمانۂ بیوگی صرف پانچ سال رہ جاتا ہے۔

مضاربت کا معاملہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ اور حضور صلعم کے درمیان مضاربت یعنے تجارتی کاروبار میں منافع کی شرکت کا معاملہ کیونکر

ہوا اس کے متعلق مختلف تاریخی روایات ہیں۔ جنمیں سے بعض مستند روایات کو ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ ۱۔ بنو ہاشم یعنی حضورؐ کا خاندان مکہ میں غیر معمولی عزت و عظمت کا مالک تھا اور جو اہم مناصب انتظامی معاملات میں شرفا قریش کو حاصل تھے انمیں سقایہ یعنے ایام حج میں حجاج کو پانی پلانا اور رفادہ یعنی کھانا پکواکر حجاج کو کھلانا بنو ہاشم سے تعلق رکھتے تھے اور عبد المطلب کے بیٹے حضورؐ کے شباب میں ان خدمات کو انجام دیتے تھے۔" عبد المطلب کے بیٹوں میں ابو طالب (حضرت علیؓ کے والد) عبد اللہ (حضورؐ کے والد) اور زبیر چونکہ حقیقی بھائی تھے۔ اسلئے ابو طالب کو خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا تھا اور وہ اپنے بھائی عباسؓ کے ساتھ سقایہ در فادہ کے منتظم تھے اول تو قریش کی قومی و مذہبی پیائی اور پھر ان خدمات نے چونکہ ابو طالب کے مصارف بڑھا رکھے تھے اور آمدنی بہت کم تھی اسلئے ابو طالب بہت پریشان رہا کرتے تھے اور جب انکی اولاد بڑی تو مصارف کی زیادتی نے انکو اور پریشان کیا انہیں ملی پریشانیوں کے ایام میں ایک روز ابو طالبؓ نے اپنے پیارے بھتیجے حضورؐ کو بلایا اور کہا بھتیجے! تم کو معلوم ہے۔ میری مالی حالت آجکل خراب ہے اور مصارف زیادہ۔ اگر تم بھی خدیجہ کا مال تجارت لے کر ملک شام جاؤ اور منافع حاصل کر کے واپس آؤ تو میرا بار کچھ ہلکا ہو سکتا ہے"۔ واقعہ یہ ہے کہ والد اور شوہر کی وفات کا بعد حضرت خدیجہؓ مضاربت کے طریقہ پر اپنا مال تجارت ملک شام میں روانہ کیا کرتی تھیں اور امین و دیانتدار اشخاص اس کام کو کیا کرتے تھے۔ ابو طالبؓ نے یہ دیکھکر خدیجہؓ امین و دیانتدار اشخاص کو منافع کی شرکت پر یا تنخواہ پر اپنا تجارتی مال دیکر شام بھیجا کرتی ہیں حضورؐ کو اس پر آمادہ کیا اور حضورؐ نے اس کو قبول فرما لیا اور حضرت خدیجہؓ سے اسکی خواہش ظاہر کی حضورؐ چونکہ مکہ اور حجاز میں امانت و صداقت میں مشہور تھے حضرت خدیجہؓ نے خوشی سے آپ کی خواہش کو قبول کر لیا اور مال تجارت دیکر اپنے غلام میسرہ کے ہمراہ ملک شام کو بھیجدیا۔ بعض مورخوں نے اس سلسلہ میں یہ بتایا ہے۔ کہ خود حضورؐ نے حضرت خدیجہ سے اس سلسلہ میں کوئی درخواست نہیں کی تھی خود ابو طالبؓ نے اسکی تحریک خدیجہؓ سے کی اور حضرت خدیجہ نے انکی خواہش کو قبول کر لیا۔ ۲۔ حضورؐ عرب حجاز وغیرہ میں اپنی دیانت۔ امانت اور صداقت میں مشہور و معروف تھے یہاں تک کہ لوگ آپکو محمدؐ امین کے خطاب سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کو جب آپکی امانت و دیانت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے بھتیجے قطیمہ یا اور کسی شخص کی معرفت حضورؐ

سدعا کی کہ آپ ہمارا مال تجارت لیکر شام تشریف لیجائیں اور اس شغل کو اختیار کرلیں حضورؐ نے خدیجہ رضؓ کی اس خواہش کا اپنے چچا ابو طالب سے ذکر کیا اور انہوں نے اس شغل کو پسند کرکے آپکو اجازت دیدی۔

۳۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب ابو طالب نے حضورؐ کو خدیجہؓ کا مال تجارت لیجانے پر آمادہ کیا تو حضورؐ نے کرنا مناسب نہیں سمجھا آپ اسکا انتظام فرمادیجئے، میں چلا جاونگا اتفاق سے چچا بھتیجوں کی اس گفتگو کی خبر خدیجہ رضؓ کو مل گئی اور انہوں نے فوراً آپ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ "میرا تجارتی مال آپ ملک شام کو لے جائیں جو معاوضہ میں اور لوگوں کو دیتی ہوں آپ کو اس سے دوگنا دوں گی"۔ حضور صلعم نے حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کے اس پیام کو قبول فرمالیا اور اپنے چچا ابو طالب کو اس سے آگاہ کردیا اور پھر حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ سے معاملہ طے ہوجانے پر روانگی کی تیاریاں کرنے لگے۔

حضور صلعم کا تجارتی سفر۔ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ نے حضور صلعم نے پچیس سال کی عمر میں مضاربت کے طریقہ پر ملک شام میں مال لے جانے کا معاہدہ کیا تھا ابو طالب نے معاہدہ ہوجانے پر حضور صلعم سے کہا۔ "بھتیجے! یہ خداوند تعالیٰ کا بھیجا ہوا رزق ہے جو تجھ کو پہونچا ہے"۔

مختصر یہ کہ جن ایام میں ملک شام کو قافلے جایا کرتے تھے۔ حضور صلعم انہیں ایام میں اپنا تجارتی سامان لے کر حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کے غلام میسرہ۔ اور عزیز قریب خزیمہ بن حکیم کی رفاقت میں قافلہ کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہوئے۔

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ خزیمہ بن حکیم حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کا عزیز قریب حضورؐ سے بہت محبت رکھتا تھا اور اس سفر میں حضورؐ کے

ساتھ ہر وقت رہتا تھا بیان کیا جاتا ہے کہ اثنائے سفر میں حضرت خدیجۃ الکبرےٰ کے دو اونٹ جن پر سامان تجارت لدا ہوا تھا تھک گئے اور چلنے سے معذور ہو گئے میسرہ نے جو اونٹوں کی نگرانی پر مامور تھا یہ حالت دیکھی تو حضورؐ کو اس سے آگاہ کیا۔ حضور صلعم فوراً اپنے اونٹ سے اترے اور تھکے ہوئے اونٹوں کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھی اونٹ چاق ہو گئے۔ اور دوڑنے لگے خزیمہ نے یہ کیفیت دیکھی تو اپنے دل میں کہا: محمدؐ بڑی شان کا انسان ہوگا۔

منقول ہے کہ جب یہ تجارتی قافلہ شام کے مشہور مقام بصرے میں پہونچ کر قیام پذیر ہوا تو حضور صلعم نے اپنی اقامت کے لئے ایک درخت کے نیچے بستر بچھوایا اور بستر پر تشریف فرما ہوئے قریب ہی ایک صومعہ (گرجا یعنی عبادت خانہ) تھا جس کو صومعہ بحیرا کہتے تھے۔ اس صومعہ میں ایک راہب (یا دری) رہتا تھا جس کا نام نسطورا تھا۔

حضورؐ صومعۂ بحیرا[۵] کے قریب درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ کہ نسطورا راہب نے صومعہ کی چھت پر چڑھ کر قافلہ پر نظر ڈالی اور حضور صلعم کو درخت کے نیچے بیٹھا ہوا پاکر اپنے دل میں کہا: "اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا کوئی اور شخص قیام نہیں کرسکتا" اور ایک روایت میں یوں ہے کہ یہ درخت عرصۂ دراز سے خشک پڑا تھا۔ حضور صلعم اس کے نیچے بستر بچھوا کر تشریف فرما ہوئے تو درخت

---

[۵] بعض مورخین کا بیان یہ ہے کہ یہ صومعہ بصرے میں نہیں موضع کفر میں واقع تھا جو بصرے سے چھ میل اوپر ہے بحیرا نامی راہب نے اس کو تعمیر کرایا تھا اور دیر بحیرا کے نام سے موسوم تھا بحیرا ایک بڑا مسیحی عالم تھا اور انجیل و توریت میں پیغمبر آخر الزمان کی آمد کی پیشگوئیاں پڑھکر عرصہ دراز

فوراً سرسبز و شاداب ہوگیا اور درخت کے پتوں نے حضورؐ پر سایہ کر لیا نسطورا راہب نے یہ کیفیت دیکھی تو دل میں کہا: "یقیناً یہ شخص پیغمبر ہے۔ پیغمبر کے سوا کسی دوسرے کے لئے درخت سرسبز و شاداب نہیں ہو سکتا۔"

روضۃ الاحباب میں بیان کیا گیا ہے کہ نسطورا راہب نے جو بحیرا راہب کا جانشین تھا حضور صلعم کے متعلق عجیب و غریب واقعات کو دیکھا تو اپنے صومعہ سے باہر نکلا اور قافلہ میں پہونچکر اس درخت کی طرف متوجہ ہوا جہاں حضور صلعم تشریف فرما تھے اور حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کا امتحان لینے کے لئے کہا: "میں لات و عزےٰ (بتوں) کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہارا نام کیا ہے؟" حضور صلعم نے اس کے الفاظ سن کر فرمایا: "تیری ماں تجھ کو روئے میرے سامنے سے دور ہو جو نام تو نے لئے ہیں ان سے زیادہ بری اور گراں تر چیز میرے نزدیک اور کوئی نہیں ہے۔" نسطورا کے ہاتھ میں اس وقت ایک کتاب تھی۔ وہ بار بار حضورؐ کے چہرۂ مبارک کو دیکھتا اور پھر کتاب کو پڑھتا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی شغل میں مصروف رہا اور پھر نظر اٹھا کر کہا: "اس خدا کی قسم! جس نے عیسیٰؑ پر انجیل نازل کی ہے یہ شخص وہی ہے۔"

خزیمہ بن حکیم حضورؐ کے پاس بیٹھا ہوا نسطورا راہب کے تمام حرکات کو دیکھ رہا تھا اس کے دل میں معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ راہب محمدؐ کو کوئی اذیت

سے ظہور پیغمبر کا انتظار کر رہا تھا۔ جب کوئی قافلہ یہاں آکر ٹھہرتا تو وہ پیغمبر آخرالزماں کے آثار قافلہ میں دیکھنے کے لئے صومعہ کی چھت پر چڑھ کر قافلہ پر نظر ڈالتا اور کوئی نشان نہ پاتا تو واپس چلا جاتا حضور صلعم بالغ تیرہ ۱۳ سال کی عمر میں جب ابوطالب کے ساتھ شام کی طرف آئے اور قافلہ نے یہاں قیام کیا

پہونچانا چاہتا ہے۔ یا کوئی مکر و فریب کر رہا ہے۔ فوراً اس نے تلوار نیام میں سے نکال لی اور قافلہ کو مخاطب کر کے بلند آواز سے کہا: "خاندان غالب کے لوگو! جمع ہو جاؤ"۔ آواز کو سنتے ہی دم کے دم میں قریش کے تمام آدمی جمع ہو گئے اور خزیمہ سے پوچھا: "خزیمہ کس چیز کا رعب و خوف تم پر طاری ہو گیا ہے"۔ راہب نے یہ کیفیت دیکھی تو وہ وہاں سے اٹھا اور صومعہ کی جانب دوڑا اور پھر صومعہ کی چھت پر چڑھ کر بلند آواز سے قافلہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: "لوگو! مجھ سے تم کیوں ڈر گئے اس خدا کی قسم جس نے بغیر کسی سہارے کے آسمان کو کھڑا کیا ہے۔ تم سے زیادہ محبوب قافلہ کبھی یہاں نہیں اترا میں تم کو عزیز و محبوب سمجھتا ہوں اور تمہاری عظمت میرے دل میں جم گئی ہے۔ میں حقیقت حال کو تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں میرے ہاتھ میں جو کتاب ہے اس میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص اس درخت کے نیچے آکر قیام کرے گا وہ دونوں جہاں کے پروردگار کا رسول ہوگا۔ اور شمشیر برہنہ و مذبح اکبر کے ساتھ اس کو دنیا میں بھیجا جائے گا۔ ہاں وہ آخری زمانہ کا پیغمبر اور خاتم النبیین ہوگا۔ جو شخص اس رسول کی اطاعت کرے گا۔ نجات پا جائے گا اور جو شخص نافرمانی کرے گا گمراہ رہے گا"۔ اس کے بعد راہب نے خزیمہ کو مخاطب کر کے کہا: "کیا تم اس شخص (یعنے حضورؐ) کے کوئی عزیز ہو"۔ خزیمہ نے کہا: "نہیں۔ میں تو ان کا خادم ہوں"۔ یہ کہہ کر خزیمہ نے بھٹکے ہوئے اونٹوں کا واقعہ راہب کو

تو بحیرا نے چھت پر چڑھ کر قافلہ پر نظر ڈالی اور حضور صلعم کے سر پر ابر کو سایہ فگن دیکھ کر دلیں کہا: "ابر پیغمبر کے سوا کسی پر سایہ افگن نہیں ہو سکتا یقیناً پیغمبر آخرالزماں اسی قافلہ میں ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بحیرا نے چھت پر چڑھ کر سنا کہ جنگل کے درخت اور پتھر بلند آواز سے السلام علیک

سنایا۔ راہب نے کہا:" میں تم کو صاف الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ شخص پیغمبر آخرالزمان ہے اگر تم میرے سامنے راز کی حفاظت کا پختہ عہد کرو تو میں تم کو چند خاص باتیں بتا دوں" خذیمہ نے کہا:" میں حفاظت راز کا عہد کرتا ہوں تم کہو" راہب نے کہا:" اس کتاب میں جو میرے ہاتھ میں ہے یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ شخص تمام ملکوں پر غلبہ حاصل کرے گا۔ اور اپنے تمام دشمنوں پر فتح پائے گا کسی شخص کو اس کے مقابلہ کی جرارت نہ ہوگی اس کے دشمنوں میں زیادہ تعداد یہود کی ہوگی۔ جو حقیقت میں اس کے نہیں خدا کے دشمن ہوں گے تم ان شریر یہود سے اس کی پوری پوری حفاظت کرنا" خزیمہ نے راہب کے الفاظ کو محفوظ کر لیا اور کسی شخص کو ان سے آگاہ نہیں کیا۔ البتہ ایک موقع پر حضور صلعم سے یہ عرض کیا:" لوگوں کے قلوب میں میں آپ کی محبت کے جذبہ کو موجزن پاتا ہوں اور خود میں بھی آپ کا مخلص دوست۔ آپ کی تصدیق کرنے والا۔ اور آپ کا مددگار رہوں"

غیبی بشارت۔ بعض اصحاب سیر کا بیان ہے کہ جن ایام میں حضور صلعم تجارتی سفر پر شام کی جانب تشریف لے گئے تھے اونہیں ایام میں قریش مکہ کی عورتیں کسی تقریب سے جشن منانے کے لئے شہر سے باہر جمع ہوئیں۔ ان عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ بھی تھیں تمام عورتیں جمع تھیں اور تفریحی باتوں سے دل بہلا رہی

یا رسول اللہ کہہ رہے ہیں۔ منقول ہے کہ جب دیر بحیرا کے قریب پہونچ کر حضور صلعم نے ابوطالب کے ساتھ ایک درخت کے نیچے قیام کیا تو بحیرا نے دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا درخت پر قائم ہے اور حضور پر سایہ کئے ہوئے ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ جس درخت کے نیچے حضور نے قیام کیا تھا وہ خشک

تھیں کہ ایک شخص ان کے قریب سے گذرا اور بلند آواز سے یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

"خواتین قریش! تمہارے شہر (مکہ) میں عنقریب ایک ایسے شخص کا ظہور ہونے والا ہے۔ جس کو خدا کی جانب سے نبوت عطا ہوگی اور اس کا نام احمد ہوگا۔ تم میں سے جس کی خوش بختی یا سعادت ازلی موقع دے وہ اس شخص سے شادی کرے"

اس مجمع میں جو عورتیں عقل و دانش یا فہم و فراست سے خالی تھیں انہوں نے اس اعلان کو مذاق و تفریح پر محمول کیا اور اس شخص کی جانب اظہار نفرت و کراہت کے طور پر کنکریاں پھینکیں اور جن عورتوں کو خدا نے فراست کی خوبی مرحمت فرمائی تھی انہوں نے خاموشی کے ساتھ اس کے الفاظ پر غور کیا اور اس بشارت سے خوش ہوئیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رض) آخری طبقہ کی عورتوں میں سے تھیں۔

اس زمانہ میں عرب کے اندر کہانت اور فال گوئی کا بڑا رواج تھا اور مشہور کاہنوں کی بڑی قدر و عظمت تھی۔ جس شخص نے عورتوں کے مجمع کے قریب سے گذرتے ہوئے پیشگوئی کی تھی وہ چونکہ کوئی معلوم و مشہور شخص نہ تھا۔ اس لئے اس کی پیشگوئی سے خواتین کے مجمع نے مختلف اثرات حاصل کئے بعض نے اس کو مذاق و تفریح پر محمول کیا اور پیشین گوئی کرنے والے پر

تھا آپ کے تشریف فرما ہوتے ہی وہ فوراً سرسبز و شاداب ہوگیا اور اس کے پتوں کا آپ پر سایہ ہوگیا بحیرا نے یہ کیفیت دیکھی تو خوش ہوگیا اور سمجھ لیا کہ پیغمبر آخر الزماں اسی قافلہ میں ہے فوراً اس نے دیر کے خدام کو حکم دیا کہ قافلہ کے لئے کھانا تیار کریں اور ساتھ ہی اہل قافلہ کو اطلاع

کنکریاں برسائیں۔ بعض نے اس کو کہانت سمجھا لیکن پیشگوئی کو زیادہ قابل توجہ خیال نہ کیا اور بعض نے جن میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ بھی تھیں کہانت کو درست تسلیم کیا اور ان کے دل میں اسی وقت سے یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اس شخص کو دریافت کیا جائے جو نبی ہونے والا ہے اور کوشش کر کے اس سے نکاح کر لیا جائے۔

قریش کے دانشمند اور سنجیدہ مزاج لوگوں میں بہت سے ایسے لوگ تھے جو نبوت کے مفہوم سے واقف تھے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے خاندان کے بعض افراد تو حضرت عیسےٰؑ کی نبوت کے معتقد اور مسیحی مذہب کے پیرو بھی تھے۔ اس لئے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نبی کی عظمت سے اچھی طرح واقف تھیں۔ اور ان کے دل میں یہ خیال لمحہ بہ لمحہ ترقی پا رہا تھا کہ نبیٔ منتظر کی مصاحبت و زوجیت حاصل کرنا یقیناً دنیا کی سب سے بڑی سعادت ہے

جب انسان کے دل میں کسی چیز کا خیال جگہ پکڑ لیتا ہے تو وہ اکثر اس کے گرد و پیش کو دیکھتا اور اس کے متعلق امور کو غور و توجہ کے ساتھ سنتا ہے ان ایام میں اہل کتاب فرقوں میں عام طور پر یہ مشہور تھا کہ ایک نبیٔ منتظر کا عرب میں ظہور ہونے والا ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے کانوں تک یہ خبریں پہونچ چکی تھیں اور وہ بچپنے کے ساتھ نہ صرف نبیٔ موعود

دی کہ قافلہ کے تمام لوگ ہمارے ہاں کھانا کھائیں قافلہ کے لوگوں نے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ "آج کونسی عجیب بات وقوع میں آئی ہے کہ تم نے قافلہ کی دعوت کی ہے کبھی پہلے تو ایسا نہیں ہوا" بحیرا نے جواب دیا کہ "پچھلی باتوں کو چھوڑ دو ذکر تک نہ کرو اور میری آج کی

منتظر کی منتظر تھیں بلکہ اس خیال میں ہر وقت غلطاں و پیچاں رہتی تھیں کہ جس طرح ممکن ہو نبیؐ منتظر کی زوجیت کا شرف ان کو حاصل ہو جائے۔ مذکورہ بالا پیشگوئی نے آپ کے اس خیال کو غیر معمولی تقویت دے دی تھی۔ اور آپ نبیؐ منتظر کی محبت کو اپنے دل میں موجزن پاتی تھیں۔

تجارتی سفر سے واپسی

مذکورہ بالا پیشگوئی نے نبیؐ منتظر کی جو عقیدت و محبت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے قلب میں پیدا کر دی تھی۔ وہ اکثر اس سے لطف اٹھایا کرتی تھیں انھیں ایام میں وہ ایکروز چند عورتوں کے ساتھ چھت پر یا بلند چبوترے پر بیٹھی ہوئی تھیں دوپہر کا وقت تھا کہ یکایک ان کی نظر اس راستہ پر پڑی جو شام سے مکہ کی جانب آتا تھا انھوں نے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی جماعت اونٹوں کی آرہی ہے جس میں دو اونٹ پہلو بہ پہلو سب کے آگے ہیں اور ان میں سے ایک اونٹ کے سوار پر دو جانور پرواز کر رہے ہیں جن کا سایہ سوار کو آفتاب کی تمازت سے محفوظ کئے ہوئے ہے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ نے غور سے اس قافلے کو اور خصوصًا ان پرندوں کو جو ایک اونٹ کے سوار پر سایہ کئے پرواز کر رہے تھے دیکھا اور حیران رہ گئیں کہ دنیا میں کون ایسا شخص ہو سکتا ہے۔ جس کو آفتاب کی تمازت سے بچانے کے لئے پرندے اس کے سر پر پرواز کرتے رہیں۔

وہ اسی غور و فکر میں تھیں کہ قافلہ نزدیک آگیا اور حضرت خدیجہ رضہ پر یہ دیکھکر کہ قافلہ کے اگلے اونٹوں پر حضور صلعم اور ان کا غلام میسرہ ہے

اور پرندے حضورؐ کے سر پر سایہ کئے ہوئے ۔ پرواز میں مشغول ہیں ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی جس کو بے خودی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ ان کے دل میں یہ کیفیت دیکھکر کیا کیا خیالات پیدا ہوئے اور انھوں نے حضورؐ کی نسبت کیا رائے قائم کی البتہ قرائن وشواہد کی بنا پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسی وقت سے حضور صلعم کی محبت ان کے قلب میں اس طرح راسخ ہو گئی جس طرح پتھر پر نقوش ثبت ہو جاتے ہیں اور ممکن ہے انھوں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ بھی کر لیا ہو۔ کہ یقیناً یہی شخص نبوت کا استحقاق رکھتا ہے یا خدا اسی کو نبی بنانے والا ہے۔

تھوڑی دیر میں اونٹوں کا قافلہ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضہ کے مکان کے نیچے پہونچ گیا۔ اور میسرہ اور بقول بعض خزیمہ بن حکیم نے حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کیا کہ اب کی مرتبہ مال کافی فائدہ سے فروخت ہوا ہے اور کاروبار میں غیر معمولی برکت ہوئی ہے ۔ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضہ نے ان الفاظ کو سنا لیکن ان کی طرف کچھ زیادہ توجہ نہ کی اور فوراً اُن پرندوں .... کے سایہ کی کیفیت دریافت کی جو حضور صلعم کے سر پر پرواز کر رہے تھے میسرہ نے جواب میں تفصیل سے ان تمام باتوں کو بیان کیا۔ جو سفر میں پیش آئی تھیں

دعوت قبول کر ہو۔ قافلہ نے دعوت قبول کر لی اور کھانا تیار ہو جانے پر دیر میں کھانا کھانے کے لئے گئے جب تمام لوگ بیٹھ گئے تو بحیرا نے چھت پر چڑھ کر دیکھا کہ ایک لڑکا درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور ابر اس پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اس نے فوراً

"جو خوارق و کرامات اس نے سفر میں مشاہدہ کی تھیں۔ اور جو کچھ نسطورا راہب نے حضور صلعم کی نسبت بیان کیا تھا سب کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

ان باتوں کو سن کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض بہت متاثر ہوئیں۔ اور کاہن کی زبان سے جو پیشگوئی انہوں نے سنی تھی اس کا ان کو یقین ہو گیا اس ... کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے دل میں حضورؐ کی غیر معمولی محبت و الفت پیدا ہو گئی۔

صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ تجارتی سفر سے واپسی اور حضرت خدیجہ رض سے حضور صلعم کے نکاح کے درمیان کتنا وقفہ رہا قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وقفہ کی مدت زیادہ نہ تھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض حضورؐ کی واپسی کے بعد ہی سے نکاح کی کوشش میں مصروف ہو گئیں اور آخر کامیاب ہوئیں۔

پیغام نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض چونکہ حسین و جمیل اور عقیل و فہیم خاتون تھیں اور کافی زر نقد و سرمایہ رکھتی تھی۔ اس لئے قریش کے متعدد اشخاص ان سے نکاح کے خواہشمند تھے۔ اور وقتاً فوقتاً اپنا پیغام بھیجتے رہتے تھے۔ لیکن حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کسی

واپس آ کر قافلہ کے لوگوں سے کہا "اے جماعت قریش! سب لوگ آ گئے یا کوئی باقی ہے" لوگوں نے کہا "صرف ایک لڑکا باقی ہے جس کو ہم نے سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا ہے" بحیرا نے کہا "میری خواہش یہ ہے کہ قافلہ میں سے چھوٹا بڑا کوئی شخص ایسا نہ رہے جو دعوت میں شریک نہ ہو" اس خواہش کو سنکر لوگوں نے حضورؐ کو بلا لیا حضورؐ تشریف لائے۔

کے پیام کو منظور نہ فرماتی تھیں اور غالباً یہ انکار اس امر پر مبنی تھا۔ کہ قدرت ان کو اپنے آخری نبی ؐ کی زوجیت میں دینے والی تھی۔ اور وہ پیغمبر آخرالزمان کی بیوی بننے والی تھیں۔

حضور صلعم کے تجارتی سفر سے واپس آجانے کے بعد کچھ دنوں تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضا خاموش رہیں اور نکاح کی کوئی تحریک نہیں کی اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضا ایک شریف و خود دار خاتون تھیں اور فطرتی شرم و حیا کے سبب خود نکاح کی تحریک کرنا نہیں چاہتی تھیں اور دوسرے یہ کہ وہ مزید آثار و قرائن آپ کی نبوت کے دریافت کرنا چاہتی تھیں۔

مختصر یہ کہ جب ادھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضا کو اس امر کا یقین کامل ہو گیا۔ کہ حضور صلعم کے سوا عرب میں اور کوئی شخص اس کا اہل نہیں ہے کہ خدا اس کو اپنی نبوت سے سرفراز فرما سکے اور اُدھر انہوں نے شرم و حیا کو اپنے مقصد کے خلاف پایا تو نکاح کی تحریک کو ضروری قرار دے دیا چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک عورت کو جس کا نام روضۃ الاحباب میں نفیسہ درج ہے۔ بلایا اور اپنا راز دار بنا کر خفیہ طور پر حضور صلعم کے

اور اپنے چچا ابوطالب کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ کہانا چنا گیا اور سب لوگ کہانے میں مصروف ہوئے بحیرا حضورؐ کے سامنے بیٹھ گیا اور جو علامات پیغمبر آخرالزمان کی توراۃ و انجیل وغیرہ میں دیکھی تھیں ان کو حضورؐ کے خدوخال سے مطابق کرنے لگا جب سب لوگ کہانا کھا کر چلے گئے تو بحیرا نے ابوطالب کو گوشہ میں لے جا کر کہا کہ اے میرے بزرگ! یہ نوجوان (یعنی حضورؐ)

پاس یہ معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا کہ آپ نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں اور یہ کہ کیا آپ خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو اپنی زوجیت میں لے سکتے ہیں یا نہیں۔

نفیسہ حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نکاح کی ترغیب دی اور پھر حضورؐ کو خاموش پاکر عرض کیا "محمدؐ! کیا بات ہے۔ تم نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔ آخر نکاح نہ کرنے کی کوئی وجہ؟" حضورؐ نے نفیسہ کے اصرار پر جواب میں فرمایا "میں نکاح کیونکر کر سکتا ہوں میرے پاس نہ تو کوئی سازوسامان ہے۔ اور نہ میں زر مہر ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہوں" نفیسہ نے حضورؐ کا یہ جواب سن کر عرض کیا "اگر کوئی حسین وجمیل اور دولتمند خاتون ایسی مل جائے جو نکاح کے تمام مصارف کو خود برداشت کرلے تو کیا آپ اس سے نکاح کر لیں گے" حضور صلعم نے پوچھا "ایسی عورت کون ہو سکتی ہے" نفیسہ نے عرض کیا "خدیجہ بنت خویلد" حضور صلعم نے فرمایا "خدیجہ کو کون اس امر پر آمادہ کر سکے گا" نفیسہ نے عرض کیا۔ اس خدمت کو میں انجام دوں گی اور قوی امید ہے کہ میں خدیجہ کو راضی کر لوں گی" حضور صلعم نے فرمایا "بہتر ہے"

نفیسہ کا بیان ہے کہ حضور صلعم کو نکاح پر آمادہ کر کے میں فوراً حضرت

تمہارا کون ہے" ابوطالب نے فرمایا۔ میرا بیٹا ہے" بحیرا نے کہا "ناممکن ہے کہ اس کے ماں باپ زندہ موجود ہوں" ابوطالب نے کہا "تم نے سچ کہا یہ میرا بیٹا نہیں بھتیجا ہے" بحیرا نے کہا "تمہارا یہ بھتیجا بڑی شان کا انسان ہوگا یہود اس کے دشمن ہیں اس کی پوری پوری حفاظت کرنا" اس کے بعد بحیرا حضور صلعم کی طرف متوجہ ہوا اور کہا "میں تم کو لات وعزیٰ

خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضور صلعم کی آمادگی سے ان کو آگاہ کیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ بہت خوش ہوئیں اور غور و خوض کے بعد حضور صلعم کو نفیسہ کے ذریعہ منظوریٔ پیام کی اطلاع دیدی اور پھر نکاح کی تاریخ مقرر کرکے یہ کہلا بھیجا کہ فلاں روز آپ اپنے اعزہ اور قرابت داروں کے ساتھ تشریف لے آئے اور نکاح کی رسم ادا کر دیجئے

(۲)

حضور صلعم سے نکاح

تاریخ مقرر کر دینے کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو اطلاع دی کہ وہ تاریخ مقررہ پر تشریف لا کر محمدؐ سے میرا نکاح پڑھا دیں۔ چنانچہ تاریخ مقررہ پر عمرو بن اسد اور ورقہ بن نوفل وغیرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے قرابتدار جمع ہوئے اور حضور صلعم ابوطالب و حمزہ وغیرہ اپنے چچاؤں کو لے کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے

وعزیٰ (بتوں) کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ ۔ ۔ ۔ " حضور صلعم نے اس کی بات کاٹ کر کہا: "تم مجھکو لات و عزیٰ کی قسم نہ دلاؤ میں تو ان کا دشمن ہوں"! بحیرا نے کہا "میں تم کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تمہارے دونوں شانوں کے درمیاں فلانی شکل و ہیئت کی ایک علامت ہے کیا تم اس کو دکھا سکتے ہو؟" حضورؐ نے فرمایا "ہاں"

گھر پہونچے۔

خطبات نکاح

اجتماع کامل ہو جانے پر ابو طالب یا حضرت حمزہ رضؓ نے یہ خطبۂ نکاح حاضرین کے سامنے پڑھا۔

"حمد و ثنا اس بزرگ و برتر خدا کے لئے زیبا ہے جس نے ہم کو فرزندان ابراہیمؑ اور فروع اسمٰعیلؑ میں سے مقرر کیا معد و مضر کی نسل سے پیدا کیا۔ اپنے گھر یعنی بیت اللہ کا محافظ بنایا۔ اپنے حرم کا سردار معین کیا۔ اور ایسا محترم و مقدس گھر یعنی بیت اللہ ہمکو مرحمت فرمایا۔ کہ اوس کی زیارت کو اطراف و جوانب سے لوگ آتے ہیں اور پھر ایسا حرم محترم ہم کو عطا کیا۔ کہ جو شخص اس کے اندر داخل ہو جاتا ہے وہ محفوظ و مامون ہو جاتا ہے اور پھر یہ کہ ہم کو انسانوں کا حاکم مقرر کیا۔ حمد و ثنار الٰہی کے بعد واضح ہو کہ میرا یہ بھتیجا جس کا نام محمدؐ بن عبداللہ ہے ایک ایسا جوان ہے ، جس کے مقابلہ میں قریش کے کسی جوان کو پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اور ایسی صفات کا مالک ہے۔ جو قریش میں کسی ایک شخص کو بھی حاصل نہیں اگرچہ وہ

بحیرا نے حضور صؐ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا اور یہ کہہ کر کہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ تم رسول برحق ہو مہر نبوت پر بوسہ دیا۔ منقول ہے کہ بحیرا راہب کے مشورہ سے ابو طالب نے حضور صؐ کو مکہ واپس بھیج دیا اور خود شام چلے گئے یہ تمام روایات روضۃ الاحباب سے منقول ہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲ مولف

مالدار نہیں ہے اور مال تو ایک زوال پذیر سایہ ہے۔ اور ایک عارضی شے۔ آپ حضرات محمدؐ سے اچھی طرح واقف ہیں اور وہ جو قرابت آپ سے رکھتے ہیں وہ بھی آپ کو معلوم ہے وہ (یعنی محمدؐ) خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد کو اپنے نکاح میں لینا چاہتے ہیں۔۔۔ اس کا مہر موجل ہو یا معجل میرے مال میں سے ادا کیا جائے گا۔ جو بیس اونٹ ہوں گے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ محمدؐ ایک بڑی شان کا آدمی ہوگا اور امر عظیم اس سے ظہور میں آئے گا۔

ابو طالب کا خطبہ ختم ہونے پر ورقہ بن نوفل حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے چچازاد بھائی نے یہ خطبۂ نکاح حاضرین کے روبرو پڑھا۔

"حمد و سپاس اس خدا کو سزاوار ہے۔ جس نے ہم کو وہ شرف عظیم بخشا ہے۔ جس کا ذکر آپ نے فرمایا ہے۔ اور وہ فضائل ہم کو مرحمت فرمائے ہیں۔ جن کا بیان آپ نے کیا ہے اس شرف عظیم اور فضائل کی بدولت ہم عرب کے پیشوا اور سردار ہیں۔ اور آپ حضرات یقیناً تمام فضائل کے اہل اور مستحق ہیں۔ عرب کا کوئی قبیلہ اور کوئی خاندان آپ کے شرف و فضل کا منکر نہیں ہے اور نہ منکر ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد واضح ہو کہ ہم لوگوں نے آپ کے خاندان سے پیوستگی کا شرف حاصل کرنے کی استدعا کی تھی اور آپ نے اس کو قبول فرمایا

اور ہماری عزت بڑھائی"

نکاح اس کے بعد ورقہ بن نوفل نے نکاح کی رسم ادا کی چنانچہ حاضرین کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے جماعت قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کو محمدؐ بن عبداللہ کے نکاح میں چار سو مثقال طلا مہر کے عوض میں دیا"

ورقہ بن نوفل یہ الفاظ کہہ کر خاموش ہو گئے تو ابوطالب نے ان کو مخاطب کر کے کہا۔

"ورقہ بن نوفل! میری خواہش یہ ہے کہ رسم نکاح کو ادا کرنے میں خدیجہ بنت خویلد کے چچا عمرو بن اسد بھی تمہارے ساتھ شریک رہیں"

عمرو بن اسد نے ابوطالب کی خواہش کو قبول کر لیا اور کہا۔

"اے گروہ قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو چار سو مثقال طلا مہر کے عوض محمدؐ بن عبداللہ کے نکاح میں دیا"

اس کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضور صلعم یعنی دولہا دلہن دونوں نے ایجاب و قبول کیا اور نکاح متحقق ہو گیا

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ نکاح کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنی لونڈیوں کو حکم دیا۔ کہ اعلانِ نکاح کے لئے دف بجائیں اور نکاح

کی خوشی میں رقص کریں اس کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ نے حضور صلعم سے عرض کیا کہ "اپنے چچا (ابوطالب) سے کہو کہ مہر کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کر کے حاضرین کو کھانا کھلائیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور اسی روز زفاف واقع ہوا ابوطالب کو حضور صلعم کے نکاح سے غیر معمولی مسرت ہوئی۔ اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

الحمد للہ الذی اذہب عنا الکرم۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمارے
ودفع عنا الھموم اضطراب کو دور کیا اور ہمارے غموں
کو دفع کیا۔

مہر کی تحقیق ابوطالب نے جو خطبۂ نکاح پڑھا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کا مہر بیس اونٹ تھے اور ورقہ بن نوفل کے خطبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہر چار سو مثقال طلا تھے اور سیر و تاریخ کی بعض کتابوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مہر پانچسو درہم کا تھا ان تینوں روایات کی تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ مہر کی رقم تینوں چیزیں تھیں راویوں میں سے جس کو جو روایت ملی اوس نے اس کو نقل کر دیا صورت یہ تھی کہ بیس اونٹ کی قیمت اس زمانہ میں پانچسو درہم یا چار سو مثقال طلا تھے بعض راویوں نے بیس اونٹ بیان کئے بعض نے بیس اونٹ کی قیمت درہموں کی صورت میں پانچسو درہم نقل کئے اور بعض نے اونٹوں کی قیمت طلائی شکل میں چار سو مثقال طلا بتائے مطلب سب کا ایک ہے

ایک آیت کی تفسیر قرآن مجید میں حضورؐ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ

ووجدک عائلاً فاغنیٰ   اے محمد! اللہ نے تم کو مفلس پایا اور غنی کر دیا۔

مفسرین کا بیان ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضورؐ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا مال مرحمت فرما کر ظاہر میں غنی کر دیا تھا۔ ورنہ حقیقت میں تو آپ تمام اغنیاء سے زیادہ غنی تھے۔ اور کونین کی دولت بلکہ تمام چیزیں آپ کی نظر میں ہیچ تھیں۔

---

(۳)

نکاح کے بعد

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو چونکہ وہ سعادت حاصل ہو گئی تھی جس کی وہ متوقع تھیں۔ اس لئے نکاح کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو حضورؐ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا اور ہر وقت اس کوشش میں لگی رہتی تھیں کہ حضورؐ خوش رہیں۔ اور خانگی زندگی میں ایک لمحہ کے لئے بھی تکدّر واقع نہ ہو۔

نکاح کے وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی عمر چالیس۴۰ سال اور حضور صلعم کی عمر پچیس۲۵ سال کی تھی اور نبوت حضور صلعم کو چالیس۴۰ سال کی عمر میں عطا ہوئی تھی۔ نکاح اور نبوت کا درمیانی پندرہ۱۵ سالہ عہد

حضورؐ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے درمیان جس محبت. شیفتگی اور خدمت واطاعت میں گذرا اس کی نظیر ایام جاہلیت میں تو کہاں اسلام میں بھی مشکل سے ملے گی۔

سیر و تاریخ کی کتابوں میں اس عہد کے واقعات میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے حالات بہت کم ملتے ہیں جس قدر باتیں تحقیق و تجسس سے ہم کو ملی ہیں. مختلف عنوانات میں درج کی جاتی ہیں۔

باہمی محبت

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ حضور صلعم کی پہلی بیوی تھیں۔ اور حضور ؐ عہد شباب میں ان سے شادی کی تھی اس لئے میاں بیوی کے درمیان مساوی محبت ہونا فطری چیز تھی۔ پھر اس محبت میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی اطاعت۔ وفاداری اور خدمت نے اس قدر ترقی کی تھی۔ کہ حضور صلعم کو گویا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے عشق ہو گیا تھا جس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ ان کی زندگی میں آپ نے دوسری شادی نہیں کی اور کوئی دوسری عورت اون سے بہتر آپ کو نظر نہ آئی حالانکہ اس زمانہ میں متعدد شادیوں کا عام دستور تھا اور ہر شخص کئی کئی بیویاں رکھتا تھا۔

احادیث میں اس محبت و شفقت کے جو حضورؐ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے تھا چند واقعات بیان کئے گئے ہیں دو واقعے اس موقع پر ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں حضور صلعم کی بیویوں میں سے جتنا رشک مجھ کو خدیجۃ الکبریٰ رضؓ پر ہوتا تھا اتنا کسی پر نہیں حالانکہ ان کا انتقال

میرے نکاح سے تین سال پہلے ہو چکا تھا رشک کی وجہ یہ تھی۔ کہ حضورؐ کی زبان سے میں اکثر خدیجۃ الکبرے رضؓ کا ذکر سنا کرتی تھی اور حضور صلعم کے پروردگار نے خدیجۃ رضؓ کو جنت میں موتی کا ایک محل عطا کئے جانے کی بشارت دی تھی۔ اور حضور صلعم جب بکری ذبح فرمایا کرتے تھے۔ تو خدیجہؓ کی سہیلیوں کو گوشت کا ہدیہ بھیجا کرتے تھے اور ایک روایت میں حضرت عائشہ رضؓ کا یہ بیان ہے۔ کہ خدیجۃ رضؓ کا ذکر سن کر ایک روز میں حضور صلعم سے ناراض ہو گئی اور کہا کہ آپ کو تو ہر وقت خدیجہ خدیجہ رہتا ہے حضور صلعم نے یہ سن کر فرمایا:" خدیجہ رضؓ کی محبت مجھکو خاص طور پر عطا کی گئی ہے "! اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک روز خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد حاضر ہوئیں اور حضور صلعم سے حاضری کی اجازت طلب کی ان کے اجازت طلب کرنے پر حضور صلعم کو خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا اجازت طلب کرنا یاد آگیا حضور صلعم اس سے بہت خوش ہوئے اور ہالہ کو طلب فرما کر کہا:" اے اللہ یہ ہالہ بنت خویلد ہیں (یعنے خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کی بہن)"! حضرت عائشہ رضؓ کا بیان ہے کہ :" یہ حالت دیکھکر مجھ کو رشک ہوا اور میں نے حضور صلعم سے عرض کیا "! یہ کیا آپ (ہر وقت) قریش کی ایک بڑھیا کا ذکر فرمایا کرتے ہیں۔ جنکی پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں اور منہ میں دانت نہ تھے۔ اور جو عرصہ ہوا وفات پا چکی ہے اور خدا نے اس سے بہتر بدل آپ کو مرحمت فرمایا ہے "! اور بخاری کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے جناب میں حضورؐ سے یہ فرمایا کہ:" آپ کے خیال میں خدیجہؓ کے سوا دنیا میں کوئی

عورت ہی نہ تھی"۔ حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا "خدیجہ رضؓ ایسی تھی اور ایسی تھی (یعنے ان کے فضائل بیان کئے) اور ان کے بطن سے میری اولاد ہے"۔

۲۔ حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ بدر کی لڑائی کے بعد جب کفار مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کا معاوضہ حضورؐ کے پاس بھیجا تو زینب رضؓ (حضور صلعم کی صاحبزادی) نے اپنے شوہر ابو العاص کی رہائی کے لئے بھی مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا۔ جس کو حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ پہنا کرتی تھیں اور پھر اس کو حضرت زینب رضؓ کے جہیز میں دیدیا تھا۔ حضور صلعم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی (یعنے آپ کو حضرت خدیجہ رضؓ یاد آگئیں۔ جن کے گلے میں یہ ہار رہتا تھا) اور آپ نے صحابہ سے فرمایا۔ اگر تم پسند کرو تو زینب رضؓ کے قیدی کو بلا معاوضہ رہا کر دو۔ اور زینب رضؓ نے جو مال بھیجا ہے اس کو واپس کر دو"۔ صحابہ نے عرض کیا "بہتر ہے"۔ چنانچہ ابو العاص رضؓ کو بلا معاوضہ رہا کر دیا گیا۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلعم کو حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ سے غیر معمولی محبت تھی اور ان کی وفات کے بعد اگرچہ حسین وجمیل خواتین آپ کے نکاح میں تھیں اور ان میں سے بعض سے آپ کو غیر معمولی محبت تھی لیکن حضرت خدیجہ الکبرےٰ رضؓ کی محبت ہر حال میں آپ پر غالب تھی اور حضور صلعم ان کی وفات کے بعد بھی ہر وقت ان کو یاد کرتے رہتے تھے۔

یہ تو مختصر کیفیت ہے۔ اس محبت و شفقت کی جو حضور صلعم کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض سے تھی رہی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی محبت و عقیدت اس کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی مختصر یہ ہے۔ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض نے نکاح کے بعد اپنی جان اور اپنے مال دونوں کو حضور صلعم کے حوالہ کر دیا تھا اور دن رات حضور صلعم کی خدمت میں لگی رہتی تھیں اور کسی معمولی بات میں بھی حضور صلعم کی اطاعت سے انحراف نہ کرتی تھیں۔

حضور صلعم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی وفات کے بعد متعدد نکاح کئے تھے لیکن متعدد بیویوں کی موجودگی میں بھی حضور صلعم کو وہ سکون واطمینان حاصل نہ تھا جو تنہا حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی موجودگی میں نصیب تھا۔ حالانکہ مدینہ کی زندگی سکون وطمانیت اور آرام و آسائش کے اعتبار سے مکہ کی زندگی سے بدرجہا بہتر تھی اور پھر یہ کہ مدینہ میں جن عورتوں سے حضورؐ نے نکاح کیا تھا ان میں سے اکثر خواتین سے کشیدگی کے واقعات بھی وقوع میں آئے تھے۔ لیکن حضرت خدیجہ رض کی ساری زندگی میں کسی ایک بات پر بھی کشیدگی رونما نہیں ہوئی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رض نے اپنے آپ کو بالکل حضورؐ کی مرضی کے تابع کر دیا تھا۔ اور معمولی سی معمولی باتوں میں بھی حضورؐ کی خوشنودی کو مقدم رکھتی تھیں۔

معاشرت عرب کی معاشرت اس زمانہ میں معمولی اور پھر متوسط درجہ کی تھی تجارتی کاروبار یا چند معمولی قسم کے پیشے یا اونٹوں بکریوں کو پالنا اور چرانا ان کا ذریعہ معاش تھا اور آخرالذکر پیشہ معمولی نہیں

باعزت پیشہ خیال کیا جاتا تھا۔ قریش کے معقول اشخاص درآمد و برآمد کی تجارت کرتے تھے۔ یا اونٹوں بکریوں کے گلے رکھتے تھے۔ متوسط الحال بکریاں پالتے خود ہی چراتے اور اکثر اون کے دودھ پر بسر اوقات کرتے تھے اور مفلوک الحال محنت مزدوری کرتے تھے یہ سب کچھ تھا لیکن امیر و غریب معاشرت کے اعتبار سے تقریباً یکساں تھے تقریباً لباس یکساں ہوتا تھا غذا سادہ ہوتی تھی اور تکلفات کا نام ونشان نہ تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ خدا کے فضل و کرم سے مالدار تھیں اور حضور صلعم سے سعادتِ نکاح نصیب ہونے پر اپنے آپ کو دین و دنیا کی کامیابی و فلاح کا حصہ دار خیال کرتی تھیں۔ اگر چاہتیں تو دولتمندوں کی طرح آسائش و تکلفات سے زندگی بسر کر سکتی تھیں۔ لیکن حضور صلعم نے آسائش و تکلفات سے بیزاری کا اظہار کیا۔ اور سادہ زندگی بسر کر کے قوم کے غریبوں کی امداد و اعانت کو اپنا فرض سمجھا چنانچہ نکاح کے کچھ عرصہ بعد اپنے چچا ابو طالب کے بیٹے حضرت علی رضہ کو جن کی عمر اس وقت صرف چھ سال کی تھی اپنی کفالت میں لے لیا اور ہجرت کے وقت تک اپنے پاس رکھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت فاطمہ رضہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دینے تک اپنی کفالت میں رکھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے پاس چند لونڈی غلام تھے انہیں کے ہاتھوں گھر کا انتظام ہوتا تھا کچھ عرصہ بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ نے اپنے غلام زید بن حارثہ رضہ کو[۵] حضور صلعم کی ملکیت میں دے دیا تھا۔

[۵] صفحہ ۷۰ پر دیکھئے۔

اور حضور صلعم نے ان کو آزاد کر کے اپنی خدمت میں رکھہ لیا تھا۔

مختصر یہ کہ حضور صلعم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ نہایت سکون و طمانیت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے اور قرب و جوار میں جو لوگ آباد تھے۔ ان کے غریبوں اور مفلسوں کی مدد و اعانت کرتے رہتے تھے۔

حضور صلعم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے مال سے اپنے اعزہ و اقربا کی امداد بھی فرمایا کرتے تھے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ آپ کے اس احسان و سلوک سے ایک لمحہ کے لئے بھی ناخوش نہ ہوتی تھیں۔ بلکہ اس پر اظہار مسرت فرمایا کرتی تھیں اور بعض مواقع پر خود حضور صلعم سے کہہ کر مستحق اشخاص کو ضروری اشیاء اور زر نقد بھجوایا کرتی تھیں۔

حضرت علیؓ کی کفالت اوپر حضرت علی رضہ کی کفالت کا ذکر ضمنی طور پر کیا گیا ہے واقعہ کی تفصیل اس موقع پر اس لئے ضروری سمجھکر لکھی جاتی ہے۔ کہ حضرت علی رضہ کی کفالت کے واقعہ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے اخلاق و آداب پر روشنی پڑے گی۔ اور اس شیفتگی اور اطاعت کا صحیح اندازہ ہو سکیگا جو وہ حضور صلعم سے رکھتی تھیں۔

---

۵۷ زید بن حارثہ بنو کلب قبیلہ کا ایک لڑکا تھا جس کو دشمن قبائل کے لوگ پکڑ لائے تھے اور عکاظ کے میلہ میں فروخت کر ڈالا تھا۔ حضرت خدیجہ رضہ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے اس کو خرید کر اپنی پھوپھی خدیجہ رضہ کو دے دیا اور حضورؐ سے نکاح کے بعد خدیجہ رضہ نے حضور کے نذر کر دیا حضور صلعم نے زید کو آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا تھا انھیں زید کے لڑکے اسامہ ہیں جن کا حضور صلعم نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب سے نکاح کر دیا تھا۔ ۱۲ مولف

معتمد مورخین کا بیان تو یہ ہے کہ حضور صلعم کی عمر پینتیس سال کی تھی کہ عرب اور خصوصاً حجاز میں سخت قحط پڑا قحط ایسا ہولناک تھا کہ اشیاء خوردنی کی گرانی اور کمیابی سے لوگ بھوکوں مرنے لگے ہر شخص پریشان اور بدحواس تھا اور متواتر فاقوں سے یہاں تک نوبت پہونچ گئی تھی۔ کہ لوگوں نے اپنی جان کے مقابلہ میں عزیزوں اور رشتہ داروں تک کا خیال چھوڑ دیا تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضہ کے مشورہ سے ان ایام میں حضورؐ نے فاقہ زدوں۔ غریبوں۔ اور بیکسوں کی امداد کا خاص طور پر انتظام کیا تھا۔ اور قحط کی اذیت و ہلاکت سے سینکڑوں جانوں کو بچایا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ ان ایام میں حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضہ کی بے شمار دولت غریبوں کی امداد پر صرف ہوئی تھی۔

حضور صلعم کے چچا ابوطالب کثیر الاولاد تھے اور آمدنی بہت کم تھی قحط کے ایام میں ان کی مالی حالت بد سے بدتر ہوگئی اور فاقوں تک نوبت پہونچ گئی۔ حضور صلعم نے چچا کی یہ حالت دیکھی تو اپنے دوسرے چچا حضرت عباس رضؓ سے ایک روز کہا "قحط نے چچا جان (ابوطالب) کی حالت بد سے بدتر بنادی ہے مناسب ہے کہ اس وقت ہم ان کی مدد کریں اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ان کا ایک ایک بچہ پرورش و تربیت کے لئے ہم لے لیں" حضرت عباس رضؓ نے اس تجویز کو قبول کرلیا اور جعفر بن ابی طالب کو حضرت عباس رضؓ اپنے گھر لے گئے اور حضرت علی رضہ کو حضورؐ اپنے گھر لے آئے اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر پانچ یا چھ سال کی تھی۔

ایک روایت یہ ہے کہ قحط کے شدائد سے پریشان ہو کر ابو طالب نے اپنے بھائی حضرت عباس رضؓ اور بھتیجے حضور صلعم کو بلایا اور ایام قحط میں اپنی امداد واعانت کی ان سے درخواست کی حضرت عباس رضؓ نے اپنے بھتیجے حضورؐ سے مشورہ کیا اور یہ قرار پایا۔ کہ حضرت جعفر رضؓ بن ابی طالب کو عباس رضؓ اپنی کفالت میں لے لیں اور حضرت علی رضؓ کو حضور صلعم پرورش کریں۔

اشارۃً اوپر یہ بتایا جا چکا ہے کہ نکاح کے بعد حضور صلعم اپنے جدی مکان سے حضرت خدیجہ الکبریٰ کے مکان میں اُٹھ آئے تھے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی حضرت علی رضؓ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ ہی کے گھر میں اپنا بچپن اور شباب کے ابتدائی ایام بسر کئے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت علی رضؓ نے علم واخلاق۔ فضل وکمال اور شجاعت وشہامت کی جو خوبیاں حاصل کیں۔ وہ تمام وکمال حضرت خدیجہ الکبریٰ رضؓ کے گھر اور ان کی اور حضورؐ کی نگرانی میں حاصل کیں۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی تربیت وتعلیم کا بہترین نمونہ تھے۔ اس وقت تک اگرچہ آفتاب ہدایت طلوع نہ ہوا تھا اور عرب میں عام جہالت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی لیکن حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی تربیت اور حضور صلعم کی نگرانی نے حضرت علی رضؓ کو کفر وبت پرستی اور شرک والحاد کے مشاغل کی طرف نہ جانے دیا۔ اور ان تمام آلائشوں سے پاک وصاف رکھا ممکن تھا۔ اگر حضرت علی رضؓ کی پرورش وتربیت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی نگرانی میں نہ ہوتی اور

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی سلیم فطرت اور پاک روحانی جذبہ حضرت علی رض کو کفر و شرک کی جانب جانے سے نہ روکتا تو حضرت علی رض قریش اور دوسرے عرب قبائل کے عام بچوں اور نوجوانوں کی طرح بت پرستی اور جہالت کے دوسرے بیہودہ مشاغل میں مبتلا ہو جاتے۔ نعوذ باللہ۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ جس طرح قریش اور بنو ہاشم کے دوسرے لوگ اسلام کے عہد درخشاں میں کوئی شخصیت حاصل نہ کر سکے تھے۔ اسی طرح حضرت علی رض بھی ایک معمولی حیثیت کے انسان ہوتے۔

حضرت علی رض نے دنیا میں آنکھ کھول کر فقر و افلاس کا بھیانک چہرہ اپنے گھر میں دیکھا تھا پھر گھر کے بچہ۔ بچہ کو بتوں کے آگے سر جھکاتے اور اور لغو و بیہودہ مشاغل میں منہمک پایا تھا کیا یہ ممکن نہ تھا کہ فقر و افلاس کی مصیبت اگر حضرت علی رض اپنے باپ ہی کے گھر میں رہتے ان کو کسی اور جانب لے جاتی اور وہ جوان ہو کر انھیں مشاغل کو اختیار کر لیتے جو ان کی قوم کے نزدیک اگرچہ شرفا کا تمغۂ امتیاز تھے۔ لیکن حقیقت میں انتہا درجہ کے بیہودہ اور لغو تھے۔ اور آفتاب ہدایت کے طلوع ہونے پر بھی ممکن ہے۔ آپ کو ہدایت نصیب نہ ہوتی یا ہوتی تو وہ درجہ نصیب نہ ہوتا جو حضور صلعم کی نگرانی اور حضرت خدیجہ الکبرے رض کی تربیت میں رہنے کے سبب حاصل ہوا۔

ہمارا اور تمام محقق علمار سیر و تاریخ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی رض کو جو عزت و عظمت حاصل ہوئی ہے وہ حضور صلعم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ

کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کرنے کے سبب ہوئی ہے۔ اگر آپ کو حضور کی نگرانی اور خدیجہ رضہ کی تربیت کا شرف حاصل نہ ہوتا تو بہت ممکن تھا حضرت علی رضہ ان تمام فضائل اور سعادتوں سے محروم رہتے۔ جنہوں نے ان کو واجب التعظیم بنا دیا تھا۔

حضور صلعم نے حضرت علی رضہ کی پرورش و تربیت کا بار اس لئے اٹھایا تھا کہ ان کے والد ابو طالب نے حضور صلعم پر غیر معمولی احسانات کئے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ عبد المطلب کی وفات کے بعد ابو طالب ہی نے حضور صلعم کو پرورش کیا تھا۔ گویا حضور صلعم نے علی رضہ کی پرورش و تربیت کا بار اپنے ذمہ لے کر ابو طالب کے سلوک و احسانات کا معاوضہ کیا تھا۔ لیکن حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ سے ابو طالب یا ان کے بیٹے حضرت علیؓ کی کوئی قرابت قریبہ نہ تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ نے حضرت علی رضہ کی تربیت اپنے ذمہ محض حضور صلعم کی خوشنودی حاصل کرنے اور آپ کے ایک بھائی کو انسان کامل بنانے کے لئے اپنے ذمہ لی تھی۔ اور آخر وقت تک اسی مقصد کو پیش نظر رکھا تھا۔

حضور میں تقرب الٰہی کے حصول کا جذبہ

قدرت نے حضور صلعم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کو خاص دل و دماغ عطا فرمائے تھے۔ جو ان امور کی جانب مائل ہی نہ ہوتے تھے۔ جو عقل و قیاس اور انسانی فطرت کے مخالف ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ اور حضور صلعم نے اپنی ابتدائی زندگی یا سن شعور سے لے کر اس وقت تک

کہ نکاح کے ذریعہ دونوں ایک دوسرے کی زندگی میں شریک ہوئے ہیں۔ کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی بتوں کی عظمت اپنے دل میں پیدا نہ ہونے دی اور کبھی بھول کر بھی ایام جاہلیت کی کسی بیہودہ رسم یا شغل میں حصہ لیا۔ اور ازدواج کے بعد تو تبادلۂ خیال سے دونوں بت پرستی سے ۔ ۔ ۔ اس قدر بیزار ہو گئے تھے۔ کہ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی بتوں کی طرف نہیں دیکھا

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے خاندان میں مسیحی مذہب کے پیرو بھی تھے اور قوم میں۔ بت پرست۔ مشرک اور ملحد بھی تھے۔ اس لئے ان کو ہر ایک کے عقیدت پر غور کرنے اور صحیح نتائج اخذ کرنے کا کافی موقع ملا تھا اور غور و خوض کے بعد وہ شرک و بت پرستی سے بیزار ہو کر خدا پرستی کیطرف مائل ہو گئی تھیں۔ لیکن خدا کی ذات و صفات کے متعلق کوئی صحیح فیصلہ نہ کر سکی تھیں۔

یہی کیفیت حضور صلعم کی بھی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کرنے کے بعد حضور صلعم کو خدا پرستی کے موضوع پر غور کرنے کا کافی موقع ملا اور اس سلسلہ میں کسی قطعی اور صحیح نتیجہ پر پہونچنے کے لئے حضور صلعم نے خدا کی ذات وصفات کا علم حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی

سکون و طمانیت کے ساتھ غور و خوض کرنے کے لئے حضور صلعم جنگلوں میں نکل جاتے اور تنہائی میں بیٹھ کر گرد و پیش کی چیزوں پر نظر ڈالتے اور ان کے پیدا کرنے والے کی ذات وصفات کا علم حاصل کرتے۔ درختوں کی نشو و نما پھول دار درختوں کے رنگ برنگ ۔ ۔ پھول۔ پھلدار درختوں

کے پھل۔ طیور۔ کی نغمہ سرائی ان تمام باتوں پر حضور صلعم غور فرماتے بے ستون آسمان معلق چاند وسورج اور ستاروں کو گہری نظر سے دیکھتے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے۔ کہ ان چیزوں کو ایک مخصوص نظام کے ماتحت کون چلا رہا ہے۔ اور کون قائم رکھتا ہے کافی غور و خوض نے آخر آپ کو اس نتیجہ پر پہونچا دیا۔ کہ یہ کام متعدد اور محدود اختیارات کی ہستیوں کا نہیں بلکہ ایک واحد اور مختار کل ہستی کا ہے

اس نتیجہ اور یقین نے حضور صلعم کو اس امر پر آمادہ کر دیا کہ آپ دنیاوی تعلقات کو محدود کر کے خدائے واحد سے لو لگائیں اور دھیان گیان میں مشغول ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے اس ارادہ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ پر ظاہر کیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ آپ کی اس خواہش سے بہت مسرور ہوئیں اور اس عمل روحی کے لئے جس سامان اور اسباب کی حضورؐ کو ضرورت تھی اس کا انتظام کر دیا۔

حضور صلعم خورد نوش وغیرہ کا ضروری سامان ہمراہ لے کر مکہ سے روانہ ہوئے اور مکہ سے تھوڑے فاصلہ پر جبل ابوقبیس کے ایک غار میں داخل ہو کر خدا کی ذات وصفات پر غور و فکر شروع کیا ابتداء میں ذات الٰہی پر غور و فکر کا یہ سلسلہ تھوڑے دنوں جاری رہا اور بعض علماء کا خیال ہے کہ سال میں ایک ماہ آپ اس شغل میں مصروف رہتے اور گیارہ مہینے تک تجارتی کاروبار وغیرہ میں مشغول رہتے تھے۔ ان ایام غور و فکر یا عبادت میں بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضؓ حضور صلعم کی

کیفیتِ عبادت کو دیکھنے اور خور و نوش کا سامان پہونچانے کے لئے خود تشریف لے گئیں اور حضور صلعم کے پاس بیٹھ کر آپ کے شغل سے مسرور ہوئیں اور قلبی طمانیت حاصل کی۔

عرصہ دراز تک غور و فکر یا عبادت کا یہ سلسلہ جبل ابوقبیس کے غار میں جاری رہا اور حضور صلعم نے اس سے اپنی روح کو مطمئن پایا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضور صلعم نے تجارتی کاروبار اور بچوں کی پرورش کے بار کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے سپرد کر دیا اور خود مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر جبل نور کے ایک غار میں تشریف لے جانے لگے۔ تاکہ آبادی سے دور رہ کر تقرب الٰہی کے حصول کی کوشش میں اطمینان سے مشغول ہوں غار حرا میں عبادت کا سلسلہ برسوں جاری رہا۔ اور حضور صلعم نے اس عبادت سے اپنے دل و دماغ کو ایک ایسی خاص کیفیت سے معمور پایا۔ جس کا ذکر الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا۔

انھیں ایام میں حضور صلعم کو ایسے خواب دکھائی دئے جن سے نبوت کے اسرار و آثار ظاہر ہوئے۔ یعنے آپ جو باتیں خواب میں مشاہدہ فرماتے وہی باتیں ظہور میں آتیں۔ گویا خواب کا واقعہ حقیقت ظاہرہ تھی۔ ان خوابوں نے عمل روحی میں سرگرم رہنے کے جذبہ کو ترقی دی اور آپ نے تمام دنیاوی تعلقات کو ترک کر کے غار حرا کی خلوت کو اختیار کر لیا۔

حضور صلعم نے آخر اس سکون و اطمینان کو حاصل کر لیا جس کے لئے آپ کی روح عرصۂ دراز سے بےچین تھی آپ نے قریش اور دوسرے

عرب قبائل کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھا لیکن اس عمل اور عقیدہ میں آپ کو ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جو قلب کو طمانیت بخشتی۔ بہت سے لوگوں کو آپ نے کواکب پرستی میں مبتلا دیکھا لیکن کواکب کی رفتار اور حرکتوں میں آپ کو کوئی ایسی طاقت نظر نہ آئی جو اس امر کا اطمینان دلاتی۔ کہ کائنات کا نظام اور خلق اشیا ان کی ذات سے وابستہ ہے۔ چند اشخاص کو آپ نے خدا کا منکر اور یہ کہتے ہوئے پایا کہ۔

ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر

یعنے خدا اور رسول اور آخرۃ کا عقیدہ کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف یہی دنیاوی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور پھر زندہ ہو جاتے ہیں اور زمانہ ہی ہم کو فنا کر دیتا ہے۔

لیکن آپ نے اس خیال اور عقیدہ کو بھی وزندار نہ پایا اس لئے کہ دنیا کا اتنا بڑا کارخانہ عبث و فضول نہیں ہو سکتا اور انسانی زندگی کائنات کی دوسری چیزوں کی طرح لغو و بے حقیقت چیز نہیں ہو سکتی۔ آپ نے خدا پرستوں کے عقائد کو بھی دیکھا خصوصاً مسیحوں کو جو خدا کو مانتے تھے۔ لیکن اس کی اولاد کے بھی قائل تھے اور تین طاقتوں کے مجموعہ کو کائنات کا خالق قرار دیتے تھے یہ بات بھی آپ کی سلیم فطرت نے قبول نہ کی ان تمام باتوں پر آپ نے غار حرا میں کافی غور کیا اور پھر کائنات کی اشیاء پر گہری نظر ڈالی اور آخر آپ اس نتیجہ پر پہونچ گئے کہ دنیا کا ایک خالق ہے۔ وہ تنہا اور اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک و مماثل نہیں۔ وہ ہر قسم کی طاقتیں رکھتا ہے اور مختار کل ہے

اس عقیدہ نے آپ کی روح کو طمانیت بخشی۔ جس تشنگی کو دنیا کے مذاہب ومعتقدات رفع نہ کرسکے تھے۔ اس حقیقت نے اس کو رفع کردیا اور آخر اس نور نے جو انسان کو نبوت کے قابل بناتا یا انسان میں نبوت کی اہلیت پیدا کرتا ہے۔ آپ کے دل و دماغ کو روشن کردیا۔

کسی صحیح روایت سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ جبل ابوقبیس اور جبل نور کے غاروں میں حضور صلعم نے خداوند تعالےٰ کی ذات و صفات پر کتنے عرصہ تک غور وفکر کیا یا تقرب الٰہی کے حصول کے لئے کتنے دنوں عبادت کی لیکن اتنا مسلّم ہے کہ کافی عرصہ تک حضور صلعم نے اس شغل کو جاری رکھا کبھی دو چار دن کا سامان خورد و نوش ساتھ لے گئے اور پھر واپس آکر مزید سامان لے گئے۔ اور کبھی ہفتوں کا سامان اپنے ساتھ لے گئے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض بھی اطمینان سے غور وفکر میں مشغول رہنے کے خیال سے آپ کے پاس سامان پہونچاتی رہیں۔
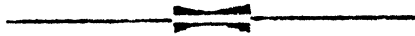
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی اس دس سالہ زندگی
کے حالات جو آپ نے حضور ص کے عہد رسالت
میں بسر کی

مرتبہ

مورخ اسلام حضرت علامہ آغا رفیق صاحب
بلند شہری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلے علی رسولہ الکریم

(۱)

نزول وحی

آغاز وحی حضور صلعم کی عمر جسقدر زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ اسی قدر آپ کا شوق عبادت بڑہتا جاتا تھا یہاں تک کہ جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگئی تو یہ شوق غور وفکر اس قدر بڑہ گیا۔ کہ آپ ہفتوں غار حرا میں اپنے دہیان میں مشغول رہتے اور آبادی میں جانے اور بیوی بچوں میں وقت گذارنے کا آپ کو خیال بھی نہ ہوتا۔

انھیں ایام میں ۹۔ ربیع الاول کو حضور صلعم حسب معمول غار حرا کے اندر عبادت میں مشغول تھے۔ کہ ایک غیر بشری روح نے آپ کو پکارا۔ اور بعض ضروری ابتدائی باتوں کے بعد آپ کو رسالت کی عظیم الشان امانت سپرد کی۔

نزول وحی کی کیفیت احادیث وکتب سیر میں تفصیل سے بیان کی

گئی ہے ہم اس کا نہایت ضروری خلاصہ یہاں درج کرتے ہیں۔

روضۃ الاحباب میں بتایا گیا ہے کہ نزول وحی سے کچھ عرصہ پہلے جب حضور صلعم توشہ لے کر غار حرا کی طرف روانہ ہوتے تو راستہ میں آپ ایک شخص کی آواز سنتے جو آپ کو محمدؐ کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ آپ اس آواز کو سن کر چاروں طرف غور سے دیکھتے۔ اور جب کوئی شخص نظر نہ آتا تو آپ گھبرا جاتے چنانچہ پہلی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا تو آپ ڈر گئے۔ بھاگ کر گھر واپس چلے آئے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ مجھکو اندیشہ ہے۔ کہ کہیں میں کسی آفت میں مبتلا نہ ہو جاؤں" حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے فراست باطنی سے واقعہ کو سمجھ لیا اور حضور صلعم کو تسکین و تسلی دیتے ہوئے فرمایا:" آپ مطمئن رہیں امید ہے کہ خداوند تعالےٰ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہونچائے گا اور بھلائی کے سوا آپ کے ساتھ اور کوئی سلوک نہ کرے گا" حضرت خدیجہ رضؓ کے ان الفاظ سے حضورؐ کو اطمینان ہو گیا۔ اور اس کے بعد آپ نے اس قسم کی آوازوں کی پروا نہ کی۔

احادیث میں حضور صلعم سے منقول ہے کہ ایک روز میںؐ غار حرا میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ میں غار حرا کے اوپر کھڑا تھا کہ اچانک ایک شخص میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور مجھ سے کہا۔

"اے محمدؐ! آپ کو بشارت ہو کہ میں جبرئیل عؑ (خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ) ہوں خدا نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور آپ کو اس اُمت کا رسول بنایا ہے۔ یعنے جنوں اور انسانوں دونوں

کا پیغمبر مقرر کیا ہے۔ آپ ان کو لا الٰہ الا اللہ کی دعوت دیجئے"

اس کے بعد نزول وحی کی روایات میں جزوی لفظی اختلاف ہے صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت جبرئیل ع نے انسانی صورت میں ظاہر ہو کر اوّل مذکورۂ بالا الفاظ فرمائے اور پھر حضور صلعم کے سامنے آ کر ایک ریشمی رومال پیش کیا جس پر یہ الفاظ (یعنے پہلی وحی کے الفاظ) لکھے ہوئے تھے۔

اقراء باسم ربک الذی خلق ہ	اپنے اس پروردگار کا نام لے کر پڑھ
خلق الانسان من علق ہ اقراء	جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ خون بستہ
وربک الاکرم ہ الذی علم بالقلم	سے اس نے آدمی کو پیدا کیا (ہاں) پڑھ
علم الانسان مالم یعلم۔	تیرا پروردگار بڑا کریم ہے۔ اس نے

قلم کے ذریعہ سے آدمی کو لکھنا سکھایا اور وحی کے ذریعہ آدمی کو ایسی ایسی باتیں سکھائیں جو وہ نہ جانتا تھا۔

اور کہا "اس[۵] کو پڑھو" حضورؐ چونکہ اُمّی (ناخواندہ) تھے اس لئے آپ نے فرمایا "میں تو پڑھنا نہیں[۶] جانتا" جبرئیل ع نے یہ سن کر حضور صلعم کے سینہ کو اپنے سینہ سے لگایا اور خوب دبایا اور پھر چھوڑ کر کہا "اے محمدؐ! پڑھو" تین مرتبہ ایسا ہی ہوا اور خدا کے حکم سے حضرت جبرئیل ع نے تمام علوم و فنون کو حضورؐ کے سینہ میں بھر دیا اور حضور صلعم نے بسم اللہ پڑھ کر وحی الٰہی کو پڑھ لیا۔

جب حضرت جبرئیل ع پہلی وحی الٰہی کو پڑھا کر نظروں سے غائب ہو گئے

[۵] و [۶] کا نوٹ صفحہ ۲، ۷ و ۳، ۷

توحضورؐ پر اس واقعہ کا رعب چھا گیا یا آپ کا قلب نزول اجلال الٰہی کے سبب کانپ اٹھا اور آپ خوف زدہ مکہ کی طرف بھاگے اور اپنے گھر میں داخل ہو کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے فرمایا "مجھ کو کپڑا اڑھا دو۔ مجھ کو کپڑا اوڑھا دو" حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے آپ کو کپڑا اڑھا دیا اور آپ لیٹ رہے۔ تھوڑی دیر بعد جب حضور صلعم کا لرزہ دور ہو گیا۔ تو آپؐ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے فرمایا "خدیجہ رضؓ! مجھ کو اندیشہ ہے۔ کہ میں کہیں کسی بلا میں گرفتار نہ ہو جاؤں" یا یہ فرمایا کہ "خدیجہ رضؓ مجھ کو اپنی جان کا اندیشہ ہے" حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے تسکین و تسلی دیتے ہوئے فرمایا "میرے، پیارے! ڈرو نہیں خداوند تعالیٰ تم کو کسی مصیبت میں نہ ڈالے گا اور تم کو ذلیل و خوار نہ فرمائے گا" اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضؓ نے فرمایا "پیارے شوہر! ڈرو نہیں بھلائی کے سوا خداوند تعالےٰ تمہارے ساتھ ابد کوئی سلوک نہ کرے گا۔ اس لئے کہ تم عزیزوں۔ رشتہ داروں۔ اور قرابتداروں سے صلہ رحمی اور سلوک کرتے ہو۔ اہل و عیال کا

لـ۵ ایک روایت یہ ہے کہ اول حضرت جبرئیل عؑ نے حضورؐ سے یہ فرمایا کہ "اے محمد صلعم شیطان کے شر سے پناہ الٰہی طلب کرو" حضورؐ نے یہ سن کر کہا "استعیذ باللہ من الشیطان الرجیم یعنے میں ملعون شیطان سے خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں" اسکے بعد جبرئیل عؑ نے کہا "اے محمدؐ کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" حضورؐ نے ان الفاظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر جبرئیل عؑ نے کہا "اے محمدؐ! پڑھو اقرا باسم ربک الخ" ملـ۵ ایک روایت یہ ہے کہ جب جبرئیل عؑ نے یہ کہا کہ

بار اٹھاتے ہو۔ نادار و مفلس اشخاص کی امداد و اعانت کے لئے کسب کرتے ہو۔ مہمانداری کے فرائض خوبی کے ساتھ ادا کرتے ہو۔ ضرورت مندوں۔ اور کمزوروں کی اعانت کرتے ہو۔ حوادث و مصائب میں حق کا ساتھ دیتے ہو۔ یتیموں کو پناہ دیتے ہو۔ بوجھ اٹھا لیتے ہو۔ امانت دار ہو۔ درماندوں اور عاجزوں کی دست گیری کرتے ہو۔ عزیزوں۔ اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کرتے ہو۔ اور مخلوق الٰہی کے ساتھ خلق سے پیش آتے ہو اور جو شخص ایسی صفات رکھتا ہے۔ خدا اس کو ذلیل و خوار نہیں کرتا اور نہ کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے" اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضورؐ کو تسکین و تسلّی دیتے ہوئے فرمایا: "اے محمدؐ! تم خوبصورت خوش خلق۔ خوش آواز۔ پاکباز۔ پاکیزہ کردار۔ خوش گفتار۔ اور عالی ہمت ہو اور جو شخص ان صفات کا جامع ہوتا ہے وہ نہ تو کسی بُرائی کا شکار ہوتا ہے اور نہ تباہی و بربادی سے ہمکنار" اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے حضور صلعم کے واقعہ کو سنا تو فرط مسرت سے آپ پر غشی طاری ہو گئی اس لئے کہ جس امر کی آپؓ متوقع تھیں وہ

"اے محمدؐ پڑھو" تو حضور صؐ نے فرمایا میں کیوں کر پڑھوں میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں" جبرئیل عؑ نے فوراً ایک ریشمی بہشتی پارچہ نکالا اور حضورؐ کے سامنے رکھ کر کہا "اے محمدؐ! پڑھو" حضورؐ نے فرمایا" میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اور نہ مجھ کو اس کپڑے پر کچھ لکھا ہوا نظر آتا ہے" یہ سن کر جناب جبرئیل علیہ السّلام نے حضور صلعم کو پکڑ کر آپ کا سینہ اپنے سینے سے لگا لیا اور خوب دبایا الخ"

وقوع میں آگیا تھا۔

محدثین کا بیان ہے کہ نزول وحی کے غیر معمولی واقعہ کو سن کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضورؐ کو تسکین وتسلّی دی۔ اور پھر آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں ورقہ بن نوفل قبیلۂ قریش کے ایک ممتاز خاندان سے تھے۔ اور شرک وبت پرستی اور رسوم جاہلیت سے بیزار ہو کر دین مسیحی اختیار کرلیا تھا۔ اور انجیل وتوراۃ کے ایک زبردست عالم وموحد تھے اس زمانہ میں وہ بوڑھے تھے۔ اور بینائی جاتی رہی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی نے حضورؐ کو ان کے سامنے بٹھا کر فرمایا: "چچازاد بھائی اپنے بھتیجے حضورؐ کی باتیں سنو۔ کہ وہ کیا کہتے ہیں"۔ ورقہ بن نوفل نے حضورؐ کی طرف متوجہ ہو کر۔۔۔ پوچھا: "محمدؐ! تم کو کیا چیز نظر آتی ہے"۔ حضور صلعم نے تفصیل سے نزول وحی کے واقعہ کو سنایا ورقہ بن نوفل نے حضور صلعم کے واقعہ کو غور وتوجہ سے سنا اور کہا: "اے محمدؐ! جو شخص تمہارے پاس آیا ہے یہ وحی ناموس (فرشتہ) ہے جو موسیٰؑ پیغمبرؑ پر نازل ہوا تھا۔ میں تم کو بشارت دیتا ہوں۔ کہ اے محمدؐ تم خدا کے رسول ہو اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ تم وہی رسول ہو جس کی آمد کی بشارت حضرت عیسےٰؑ نے ان الفاظ میں دی تھی۔ کہ میرے بعد ایک رسول آئیگا۔ جس کا نام احمد[۵۹] ہوگا۔ عنقریب

۵۸۔ عرب کا دستور تھا کہ برابر یا ہم عمر کو بھائی۔ چھوٹے کو بھتیجا اور بڑے کو چچا کہتے تھے۔ خواہ وہ قرابت ورشتہ میں بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی رواج کی بنا پر حضورؐ کو بھتیجا کہا گیا تھا ورنہ آپ ورقہ بن نوفل کے قرابتدار بھائی تھے ۱۲ موٴلف (ملاحظہ صفحہ دیکھئے

تم کو کفار سے قتال و جہاد کا حکم دیا جائے گا۔ کاش میں اس وقت جبکہ تمہاری قوم تم کو اس جگہ (یعنے مکہ) سے نکال دے گی زندہ ہوتا یا جوان و توانا ہوتا۔ کہ تمہاری مدد کر سکتا۔" حضور صلعم نے ورقہ بن نوفل کے آخری الفاظ سن کر پوچھا: "کیا یہ لوگ یعنے میری قوم کے لوگ مجھ کو یہاں سے نکال دیں گے؟" ورقہ بن نوفل نے کہا: "ہاں! جس چیز کو تم لے کر آئے ہو (یعنے احکام الٰہی) جو شخص بھی یہ چیز لایا ہے اس سے دشمنی کی گئی ہے اور اس کو تکلیفیں دی گئیں ہیں۔ یعنے طریقہ الٰہی یہ رہا ہے۔ کہ کافر ہمیشہ پیغمبروں کے دشمن رہے ہیں اور خدا کی طرف سے جو شخص پیغمبر ہو کر آیا ہے کافروں نے اس کو اپنا دشمن سمجھا ہے۔

محدثین کا بیان ہے کہ ورقہ بن نوفل نے اگرچہ ظہور دعوت اسلام کا زمانہ آنے سے پہلے وفات پائی لیکن اس کو مومن کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ سب سے پہلے اسی نے حضور صلعم کی نبوت کی تصدیق کی ہے۔ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ سب سے پہلے مومن اور پھر صحابی ورقہ بن نوفل ہی تھے

نزول وحی میں وقفہ | غار حرا کے واقعہ کے بعد حضور صلعم کو اس امر

ف۵۰۔ قرآن مجید میں حضرت عیسےٰ کی اس پیشگوئی کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ "و اذ قال عیسے ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنے عیسےٰ ابن مریم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا مجھے اللہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ مجھ سے پہلے جو توراۃ (آچکی) ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔ سورۂ صف

کا کامل یقین ہو گیا۔ کہ جو فرشتہ آپ کے پاس آیا تھا وہ وہی فرشتہ تھا۔ جو انبیاء ماسبق پر نازل ہوتا اور مخلوق الٰہی کی ہدایت کے احکام لاتا رہا ہے اور یہ کہ آپ خدا کے رسولؐ ہیں اور خدا نے آپ کو اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے رسول بنایا ہے۔ اور اسی بات کی تصدیق ورقہ بن نوفل نے کی تھی۔ جو کتب الٰہیہ کا عالم و فاضل تھا۔

ابتدائی وحی کے بعد۔ حضور صلعم کا یہ انتظار حق بجانب تھا کہ اب خدا کے احکام نازل ہوں گے اور مخلوق کی ہدایت و رہنمائی آپ کے سپرد کی جائیگی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اور پہلی وحی کے بعد وحی کا سلسلہ رک گیا آپ نزول وحی کے خیال میں غار حرا کی طرف جاتے۔ جبل ابو قبیس پر چڑھتے اور بادیہ پیمائی کرتے لیکن وحی نازل نہ ہوتی۔ وحی کا سلسلہ رُک جانے سے آپ کا اضطراب روز بروز بڑھنے لگا۔ اور نوبت یہاں تک پہونچ گئی۔ کہ آپ جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔

احادیث میں آیا ہے کہ واقعۂ حرا کے بعد تین سال تک وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع رہا اور اس طویل عرصہ میں حضورؐ انتہا درجہ کے پریشان و مضطرب رہے جب آپ شدت اضطراب میں جان دینے پر آمادہ ہوتے اور پہاڑ پر چڑھ کر اپنے آپ کو نیچے گرا دینا چاہتے۔ جبرئیلؑ فوراً ظاہر ہوتے اور تسکین و تسلی دیتے ہوئے کہتے۔ اے محمدؐ! اطمینان رکھو تم سچے رسول ہو!! اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب حضورؐ اپنے آپ کو ہلاک کر دینے کے لئے گھر سے باہر نکلتے فوراً جبرئیلؑ نظر آتے اور تسکین و تسلی

دیتے ہوئے حضور صلعم سے کہتے "اے محمدؐ! کہاں اور کس ارادہ سے جا رہے ہو میں تمہارا دوست اور بھائی جبرئیلؑ ہوں" اور ان الفاظ کو سن کر حضور صلعم کو اطمینان و سکون حاصل ہو جاتا۔

واقعہ یہ تھا کہ غار حرا کے واقعہ کے بعد خداوند تعالےٰ نے حضرت اسرافیلؑ کو حضورؐ کی ملازمت پر مقرر کر دیا تھا تاکہ وہ حضورؐ کو حکم الٰہی سے ضروری تعلیم دیں تین سال تک حضرت اسرافیلؑ حضور صلعم کی ملازمت میں رہے اور اس عرصہ میں اگرچہ متعدد بار حضرت جبرئیلؑ حضور صلعم کو نظر آئے اور آپ سے کلام کیا لیکن قرآن مجید آپ پر نازل نہیں ہوا تین سال کے بعد حضرت جبرئیلؑ کو حضور صلعم کی ملازمت پر مقرر کیا گیا اور قرآن نازل ہونا شروع ہو گیا جس کا سلسلہ تیئس سال تک جاری رہا۔

نزول وحی ایک روز حضور صلعم نے جنگل میں یا غار حرا کے قریب کسی جگہ تشریف فرما تھے۔ کہ آپ نے ایک آواز سنی فوراً آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور غیر متوقع طور پر آسمان و زمین کے درمیان حضرت جبرئیلؑ کو کرسی پر بیٹھے دیکھا چونکہ یہ واقعہ بھی غیر معمولی تھا۔ اور غار حرا کے واقعہ کی مانند عجیب و غریب تھا اس لئے اس منظر سے آپ پر ہیبت طاری ہو گئی اور آپ فوراً گھر کی طرف روانہ ہو گئے اور گھر میں پہونچ کر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے فرمایا: "مجھ کو چادر اڑھا دو۔ مجھکو چادر اڑھا دو" حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ کو چادر اڑھا دی اور آپ لیٹ رہے اسی حالت میں حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور یہ وحی الٰہی سنائی۔

یاایھا المدثر۔ قم فانذر وربک فکبر۔ وثیابک فطھر۔ والرجز فاھجر الخ

اے محمدؐ! چادر اوڑھنے والے۔ اُٹھ لوگوں کو عذاب الٰہی ڈرا۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھ۔ اور گناہ کی نجاست سے دور رہ الخ

اور اس کے بعد وحی الٰہی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

غار حراء کے واقعہ اور دوسری وحی کے نزول کے واقعہ کو پیش نظر رکھ کر محدثین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ غار حرا کی وحی حضور صلعم کی نبوت کی مظہر ہے اور یاایھا المدثر آپ کی رسالت کا اعلان گویا حضورؐ کو سب سے پہلے نبوت عطا کی گئی تھی جس میں تبلیغ و انذار ضروری نہیں تھا اور اس کے بعد رسالت مرحمت ہوئی تھی جسمیں تبلیغ و انذار ضروری اور فرض ہے

احادیث میں آیا ہے کہ سورۂ اقرار سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ سورۂ مدثر پہلے نازل ہوئی اور بعض محدث کہتے ہیں کہ سب سے پہلے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی ان احادیث میں محدثین نے یوں تطبیق کی ہے کہ حضور صلعم کی تعلیم کے لئے سب سے پہلے سورۂ اقرار نازل ہوئی اور انقطاع وحی کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر کا نزول ہوا۔ اور سورۂ مدثر کے بعد سب سے پہلے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے سب سے پہلے حضور صلعم کو سورۂ فاتحہ سنائی اور اس کے بعد سورۂ اقرار نازل ہوئی اور بعض محدثین یہ کہتے ہیں کہ اعلان نبوت کے لئے سب سے پہلے سورۂ اقراء کا نزول ہوا اس کے بعد تبلیغ و انذار یعنی فرائض رسالت کو ادا کرنے کا حکم

سورۂ مدثر میں دیا گیا جو انقطاع وحی کے بعد سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورہ فاتحہ سب سے پہلی سورۃ ہے جو تمام وکمال ایک ہی مرتبہ سب سے پہلے نازل ہوئی تھی۔

(۲)

اسلام کی دعوت و تبلیغ

علمائے اسلام کا عام اتفاق اس امر پر ہے کہ سورۂ اقرا کی ابتدائی آیات سب سے پہلے غار حرا میں نازل ہوئیں اس کے بعد تین سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا اور پھر سورۂ مدثر نازل ہوئی اور حضورؐ نے باقاعدہ خفیہ طور پر دعوتِ اسلام شروع کی۔

مورخین اسلام کی بڑی جماعت یہ بتاتی ہے کہ غار حرا میں عطائے نبوت کے بعد حضورؐ کی نبوت پر سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ ایمان لائیں مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ مسلمان ہوئے اور غلاموں میں سب سے پہلے اسلام کا شرف حضرت زید بن حارثہ رضؓ کو حاصل ہوا۔

ابو عمرو بن عبدالبر کی روایت یہ ہے کہ حضورؐ کی نبوت پر سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایمان لائے لیکن چونکہ ان کی عمر زیادہ نہ تھی (یعنے صرف نو یا دس سال کی عمر تھی) اس لئے انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔

اور اپنے والد ابوطالب کے خوف سے اسلام کو ظاہر نہیں کیا۔ البتہ حضرت ابوبکر نے اسلام قبول کرکے اپنے ایمان و اسلام کو ظاہر کر دیا اور علانیہ قریش کو بتادیا کہ وہ حضور ؐ کی نبوت پر ایمان لے آئے ہیں۔ ابن عبدالبر نے اپنے خیال و عقیدہ کے ثبوت میں حضرت علی رض کا ایک بیان پیش کیا ہے۔ جو حضرت علی رض کے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن رض سے منقول ہے۔ چنانچہ حضرت امام حسن رض کہتے ہیں کہ میرے والد (حضرت علی رض) فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت ابوبکر رض نے چار باتوں میں سبقت و تقدم کا شرف حاصل کیا ہے۔ جو مجھ کو نصیب نہیں ہوا اول اعلان و اظہار اسلام میں۔ دوسرے ہجرت میں۔ تیسرے غار اور ترک وطن کے سفر میں حضور صلعم کی مصاحبت میں اور چوتھے علانیہ نماز ادا کرنے میں۔ میں اس زمانہ میں شعب ابی طالب رض میں تھا اور نماز کو مخفی طور پر ادا کرتا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر رض مکہ میں علانیہ نماز ادا کرتے تھے۔

مورخین میں سے اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رض ایمان لائے اور قبول اسلام کے بعد دعوت و تبلیغ کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیا۔ چنانچہ ان کی اور صرف ان کی کوشش اور تبلیغ سے مکہ کے بہت [۵] سے لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے اور مسلمان ہوئے

[۵] منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رض کی تحریک سے جو لوگ اسلام کے حلقہ میں داخل ہوئے ان میں سے پانچ تو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں یعنے عثمان [۱] بن عفان رض۔ زبیر [۲] بن عوام۔ طلحہ [۳] بن عبیداللہ سعد [۴] بن ابی وقاص رض۔ عبدالرحمن [۵] بن عوف رض اور چار دوسرے جلیل القدر صحابہ ہیں۔ باقی صفحہ ۸۱ پر

کی تعداد بڑھنے لگی۔

علانیہ تبلیغ کا حکم

معتمد مورخین اور محدثین کا بیان یہ ہے کہ تین سال تک حضور صلعم اسلام کی خفیہ تبلیغ کرتے رہے اس کے بعد خدا کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا۔

فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین انا کفینٰک المستھزئین الذین یجعلون مع اللہ الٰھا آخر فسوف یعلمون۔

اے محمد! تم کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول کر (یعنی علانیہ) سنا دو اور مشرکوں سے منہ موڑلو تمسخر کرنے والوں کیلئے تمہاری طرف سے ہم کافی ہیں وہ (تمسخر کرنے والے) جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود مقرر کرتے ہیں۔ عنقریب ان کو اس کا علم حاصل ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ غار حرا میں جو وحی سب سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اس میں حضورؐ کو یہ بتا یا گیا تھا کہ تم خدا کے نبی ہو۔ خدا کے بندوں کو توحید الٰہی اور اپنی نبوت کی دعوت دو چنانچہ حضور صلعم نے اپنی نبوت کا یقین کامل حاصل کر لینے کے بعد خفیہ طور پر توحید الٰہی اور اپنی نبوت کی تبلیغ شروع کی اور تین سال تک برابر اسی طرح تبلیغ میں مشغول رہے اور اس عرصے میں بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اور غار حرا میں حضرت جبرئیل ع نے جس طریقہ پر آپ کو نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس طریقہ پر آپ

یعنی عثمانؓ بن مظعون رضہ۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح رضہ۔ ابو سلمہؓ بن عبد الاسد۔ ارقمؓ بن ابی الارقم ان سب کو حضرت ابوبکر رضہ اسلام پر آمادہ کر کے حضورؐ کے پاس لائے اور یہ مسلمان ہو گئے تھے۔

اور تمام مسلمان نماز ادا کرتے رہے تین سال کے بعد نزول قرآن کا سلسلہ شروع کیا اور احکام الٰہی نازل ہونے لگے انہیں احکام میں سے وہ حکم بھی تھا۔ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ یعنے علانیہ اسلام کی دعوت و تبلیغ اور اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا۔

وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین فان عصوک فقل انی بریٓء مما تعملون وتوکل علی العزیز الرحیم

اے محمدؐ اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرا۔ اور جو مسلمان تیرے تابع ہیں ان کے لئے اپنے بازو نیچے رکھ یعنے ان سے اخلاق و نرمی سے کام لے پھر اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہدے کہ میں تمہارے اعمال سے بے تعلق ہوں اور خداوند غالب و مہربان پر بھروسہ رکھ۔

اس آیت کے نازل ہونے پر حضور صلعم کوہ صفا پر جو مکہ کے قریب واقع ہے تشریف لے گئے اور قریش کے مختلف خاندانوں کو نام لے لے کر پکارنا شروع کیا قریش مکہ نے حضور صلعم کی آواز کو سنا تو آپس میں کہا "محمدؐ کوہ صفا پر کھڑا ہوا ہم کو بلا رہا ہے چل کر دیکھنا چاہیے کیا معاملہ ہے" یہ کہہ کر قریش کے لوگ کوہ صفا پر پہونچے اور حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا "مالک یا محمدؐ یعنے محمدؐ کیا بات ہے تم نے کیوں ہم کو بلایا ہے" حضور صلعم نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

یا معشر قریش اشتروا انفسکم من اللہ لا اغنی عنکم من اللہ شیئا۔ یا بنی

اے گروہ قریش! اپنی جانوں کو خدا کے عذاب سے بچاؤ میں تم کو خدا کے عذاب

عبد المطلب لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً یا عباس بن عبد المطلب لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً۔ یا صفیہ عمۃ رسول اللہ لا اغنی عنک من اللہ شیئاً۔ یا فاطمہ بنت محمد سلی من مالی ما شئت لا اغنی عنک من اللہ شیئاً۔

سے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اے عبد المطلب کی اولاد! میں تم کو عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتا۔ اے عبد المطلب کے بیٹے عباس میں تم کو خدا کے غضب سے نہیں بچا سکتا۔ اے خدا کے رسول کی پھوپھی میں تجھ کو عذاب الٰہی سے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہ! تو میرے مال میں سے جو چاہے مانگ لے لیکن میں تجھ کو عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتا۔

اس کے بعد حضور صلعم نے حاضرین سے فرمایا۔

"لوگو! اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر یا پہاڑ کے پیچھے عقب میں ایک (مخالف) لشکر پڑا ہے اور تم پر اچانک حملہ کر کے تم کو لوٹ لینا چاہتا ہے تو کیا تم مجھ کو سچا سمجھو گے"

حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا۔

"تم پر کبھی جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی گئی ہے اور ہم نے تم کو ہمیشہ سچ بولتے دیکھا ہے (اس لئے ہم ضرور تمہاری اس قسم کی اطلاع کو درست سمجھیں گے)"

حضور صلعم نے فرمایا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں تم کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں تم اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچاؤ اور خدا کی توحید اور میری نبوت

کا اقرار کرلو"

ابو لہب نے جو حضور صلعم کا چچا تھا حضور صلعم کے آخری الفاظ سن کر تیز و تند لہجہ میں کہا۔

تبالک سائر الیوم الھذا جمعتنا اے محمدؐ۔ تم ہلاک و برباد ہو جاؤ۔ کیا اسی لئے تم نے ہم کو جمع کیا تھا۔

ابو لہب کے انھیں الفاظ کے جواب میں سورۂ تبت یدا نازل ہوئی۔

مختصر یہ ہے کہ حضور صلعم کی دعوت کو اس اجتماع میں سے کسی نے قبول نہیں کیا اور سب کے سب برا بھلا کہتے ہوئے واپس چلے گئے۔ لیکن حضورؐ اس سے مایوس نہ ہوئے

قریش کی اس روش نے حضور صلعم کو اگرچہ سخت تکلیف پہونچائی تھی۔ اور آپ کو صفلسے مسلمانوں کی مختصر جمعیۃ کے ساتھ رنج و غم میں مبتلا خاموش واپس آئے تھے لیکن گھر میں پہونچکر جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ سے آپ نے سارا واقعہ بیان کیا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ نے آپ کو تسکین و تسلی دی اور بتایا کہ دنیا کا دستور یہی ہے اور ہمیشہ سے ایسا ہوتا آیا ہے کہ خدا کے پیغمبروں کی تکذیب کی گئی ہے اس لئے تکذیب و تمسخر سے بددل نہیں ہونا چاہیے۔ اور احکام الٰہی کی تبلیغ میں پوری کوشش سے کام لینا چاہیے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ چونکہ ایک سچی مومنہ تھیں اور حضور صلعم کی نبوت کا کامل یقین رکھتی تھیں۔ اس لئے کفار قریش کی تکذیب کا ان پر کوئی اثر نہیں پڑا اور ایک مومن صادق کی طرح نبوت کی شان بڑھنے

اور دین الٰہی کو فروغ دینے میں حضور صلعم کی ہر وقت معین و مددگار رہیں واقعہ یہ ہے کہ حضور صلعم کو دعوت و تبلیغ کی راہ میں جن مصائب و مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ نے ان کی اذیت کو دور کرنے اور حضور صلعم کے دل و دماغ سے ان کے اثر کو مٹانے میں پوری کوشش سے کام لیا اور ایک لمحہ کے لئے بھی حضور صلعم پر یاس کا اثر طاری نہ ہونے دیا۔ اور حضرت خدیجہ رضؓ کی یہ خدمت ایک ایسی جلیل القدر خدمت ہے جس کے مقابلہ میں اہم سی اہم خدمات بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتیں۔

خداوند تعالیٰ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو باطنی فراست اسی لئے عطا کی تھی۔ کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں ان کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جائے چنانچہ آپ کی خدمات سے اسلام کو غیر معمولی فائدہ پہونچا حضور صلعم نے عام تبلیغ و دعوت کا حکم نازل ہونے اور پھر علانیہ تبلیغ کا حکم ملنے پر جس جوش اور ہمت سے تبلیغ و دعوت کا کام شروع کیا تھا حقیقت یہ ہے کہ۔۔۔ اس میں حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کی کوششوں کا بہت دخل تھا۔ حضور صلعم پوری قوت سے تبلیغ و دعوت کے فرض کو ادا کرتے تھے۔ لیکن جب اس کے نتائج کو دیکھتے تھے تو آپ غمگین ہوجاتے تھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ آپ کے رنج و غم کو دور کرتی تھیں اور تبلیغ و دعوت کے جوش میں جس قدر کمی ہوجاتی تھی۔ اس کمی کو دور کرکے آپ میں نئی روح اور نیا جوش پیدا کردیتی تھیں اور اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ کہ مانوس و محبوب بیوی کی دلدہی اور غمخواری ہر قسم کی مشکلات کا خاتمہ کردیتی ہے اور انسان

پر مایوسی کا غلبہ نہیں ہونے دیتی۔

کوہ صفا کے واقعہ کی تحقیق

کوہ صفا کا واقعہ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اکثر مورخین کے نزدیک آیت وانذر عشیرتک الاقربین کے نزول کے بعد وقوع میں آیا ہے یعنے اول آیت فاصدع بما تومر نازل ہوئی اور علانیہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کا حکم ملا۔ اور اس کے بعد وانذر عشیرتک الاقربین کا نزول ہوا اور حضور صلعم نے کوہ صفا پر تشریف لے جا کر اپنے قرابتداروں اور عزیزوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا کر اسلام کی دعوت دی لیکن بعض مورخین کا بیان یہ ہے کہ حضورؐ تین سال تک خفیہ طور پر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اور اس طویل عرصہ میں صرف چالیس آدمی حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے اس کے بعد خدا کا یہ حکم نازل ہوا کہ " وانذر عشیرتک الاقربین الخ یعنے اے محمدؐ! اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ "۔ چنانچہ حضور صلعم نے سرداران قریش کی دعوت کی اور کھانے کے بعد ان کو مخاطب کر کے حضور صلعم نے فرمایا۔

" بنو عبدالمطلب! اور اعیان قریش!! میں خدا کی طرف سے تمہارے لئے دین و دنیا کی بھلائی لے کر آیا ہوں اور کہہ سکتا ہوں کہ جو چیز میں تمہارے لئے لایا ہوں عرب کے وسیع ملک میں آج تک اس سے بہتر چیز کوئی لے کر نہیں آیا۔ خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم کو بھلائی کی طرف بلاؤں اور برائی سے بچاؤں۔ تم میں سے کون ہے۔ جو اس کام میں میرا ساتھ دیگا

ابولہب نے حضورؐ کے ان الفاظ کو سن کر ابوطالب کو مخاطب کر کے کہا۔

"ابوطالب! اپنے بھتیجے کی اطاعت کرو اور اس کا حکم مانو!"

اس کے بعد ابولہب نے قہقہہ لگایا اور پھر تمام لوگوں کو ساتھ لے کر چلا گیا

ابولہب کی اس ناشائستہ حرکت اور قرابت داروں کے ناروا طرز عمل سے حضور صلعم کو سخت اذیت ہوئی۔ گھر میں تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہؓ سے واقعہ بیان کیا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کے رنج وغم کو دور کرنے لئے مناسب الفاظ میں تسلی دی اور فرمایا کہ "خدا کے پیغمبروں کی ہمیشہ مخالفت وتکذیب کی گئی ہے اس لئے اس بات سے دل گرفتہ نہ ہونا چاہیئے" حضور صلعم کا رنج وغم ان الفاظ سے بہت کم ہو گیا اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ فاصدع بما تومر واعرض من المشرکین الخ یعنے اے محمدؐ! تم کو جو حکم دیا گیا ہے ... اس کو علانیہ سناؤ اور مشرکوں کی طرف سے منہ پھیر لو" اس حکم کے نازل ہونے پر حضور صلعم نے علانیہ تبلیغ کا ارادہ کر لیا اور کوہ صفا پر چڑھ کر اعیان قریش کو طلب کیا اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا

"میں تم کو بتاتا ہوں کہ اگر تم نے خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کا اعتراف نہ کیا تو آخرت میں تم کو سخت عذاب دیا جائے گا میں اسی عذاب سے ڈرانے کے لئے خداوند تعالےٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں تم یکتا وتنہا خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ۔ تمہارے سر سے عذاب کی یہ مصیبت ٹل جائے گی۔

اس کے بعد جو کچھ وقوع میں آیا اس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے

معبودانِ باطل کی مذمت مؤرخین کا بیان ہے کہ علانیہ دعوت اسلام کا حکم ملنے پر حضور صلعم نے اسلام کی دعوت و تبلیغ پر کمر ہمت باندھ لی اور شہر میں آپ نے اپنا کام شروع کر دیا جہاں آپ لوگوں کو جمع پاتے ان کے پاس جاتے اور اخلاق و نرمی کے ساتھ اسلام کی دعوت دیتے۔ لوگ آپ کے الفاظ سنتے اور آپ کا مذاق اڑاتے اور جب لوگ کبھی آپ کو کسی طرف جاتے دیکھتے تو آپس میں کہتے کہ یہ بنو عبدالمطلب کا یہ جوان یہ کہتا ہے کہ اس کو آسمان سے خبریں ملتی ہیں یا آسمانی خبریں اس کے پاس آتی ہیں۔

مختصر یہ کہ اعلان دعوت کے حکم کے بعد حضور برابر اپنے کام میں مشغول رہے اور کفار قریش وغیرہ نے بجز اس کے کہ آپ کے الفاظ کا مذاق اڑایا اور کوئی مخالفت نہیں کی لیکن جب خداوند تعالیٰ کی طرف سے وہ آیات نازل ہوئیں جن میں قریش کے معبودوں کو باطل بتایا گیا تھا اور یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ قریش کے جن آباء و اجداد نے ان معبودانِ باطل کی عبادت کی ہے وہ سب کفر کی حالت میں مرے ہیں اور دوزخ کی آگ میں جل رہے ہیں تو قریش میں حضور کے خلاف عداوت و دشمنی کے جذبات پیدا ہوگئے اور وہ حضور صلعم کو سخت تکلیفیں پہونچانے لگے۔

مشرکین کی عداوت و دشمنی کے چند واقعات! حضور صلعم نے جب مشرکین و کفار مکہ کو یہ بتایا کہ تم کو

پوجنا اور خدائے حقیقی و یکتا کے سوا کسی دوسرے کو معبود بنانا ناقابل معافی
جرم ہے اور مشرکوں کے لئے خدا نے دوزخ کی آگ عذاب دینے کے لئے مہیا
کر رکھی ہے تو مکہ کے مشرکین و کفار غضبناک ہو گئے۔ اور اپنے معبودان
باطل کی مذمت سنکر ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک پڑا یعنے انہوں نے
حضور صلعم کے خلاف عداوت و دشمنی کا اعلان کر دیا اور آپ کو اور تمام مسلمانوں
کو سخت سی سخت اذیتیں اور تکلیفیں پہونچانے لگے۔

مشرکین و کفار قریش نے عداوت و دشمنی کے سلسلہ میں جو ناروا سلوک
حضور صلعم اور مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا تھا اس کے چند واقعات اس موقع
پر لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ حضورؐ نے ابتدائی عہد نبوت کے
واقعات کے سلسلہ میں ایک روز بیان فرمایا کہ "میں دو بدترین ہمسایوں کے
درمیان رہتا تھا یعنے میرا مکان دو بدترین ہمسایوں کے درمیان تھا۔ ان میں
سے ایک ابو لہب تھا اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط یہ دونوں شخص ادھر ادھر
سے ناپاک و غلیظ چیزیں جمع کر کے لاتے اور میرے آمد و رفت کے راستہ پر
ڈال دیتے میں باہر آتا تو اخلاق و نرمی کے ساتھ ان لوگوں سے کہتا کہ "عبد مناف
کے بیٹو! یہ تو اچھی ہمسائیگی نہیں ہے" اور اس کے بعد میں اس غلاظت
کو اٹھا کر دور پھینک دیتا اور راستہ کو صاف کر دیتا۔

۲۔ دعوت و تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں حضور صلعم ایام حج میں قبائل
کی جماعتوں میں گشت لگاتے اور ان کو عذاب دوزخ سے ڈرا کر اسلام کی

ان کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ ابولہب کو اس کا علم ہوا تو وہ حضورؐ کے پیچھے لگ لیا۔ حضورؐ جس راستہ پر تشریف لے جاتے ابولہب پتھروں سے حضورؐ صلعم کی تواضع کرتا چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک روز ابولہب نے اسقدر پتھر حضورؐ کے قدموں پر برسائے کہ حضورؐ کے دونوں پانوؤں اور ٹخنے لہولہان ہوگئے۔ پھر جب حضورؐ کسی عرب قبیلہ کے پاس پہونچکر اس کو اسلام کی دعوت دیتے تو ابولہب اس قبیلہ کے لوگوں کو مخاطب کرکے کہتا: "لوگو! اس شخص کی بات نہ سننا اور اس کی کسی بات کو نہ ماننا یہ بڑا جھوٹا ہے" حضورؐ ابولہب کے اس عناد اور سلوک کو ملاحظہ فرماتے تو آپ کو سخت اذیت ہوتی۔ اور بے اختیار آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکل جاتے: "کون ہے جو مجھکو پناہ دے۔ کون ہے جو مجھہ کو مدد دے۔ کہ میں خدا کی رسالت کے فرض کو ادا کرسکوں۔ جو شخص مجھکو پناہ اور مدد دیگا، خدا اس کے بدلہ میں اس کو جنت مرحمت فرمائے گا"

۳۔ باہر سے جو لوگ مکہ میں آیا کرتے حضور صلعم ان سے جاکر ملتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے قریش کو جب اس کا علم ہوا تو انھوں نے اس کا انتظام کیا کہ فوراً اس سے مل کر اس کو یہ ہدایت کردیتے کہ محمدؐ تمہارے پاس آئے۔ تو تم اس سے نہ ملنا اور اس کی کوئی بات نہ سننا ورنہ وہ تم کو کسی مصیبت میں مبتلا کردیگا

۴۔ جب مشرکین و کفار قریش نے یہ دیکھا کہ حضور صلعم کے کلام کو، جو شخص سنتا ہے اس پر اثر پڑجاتا ہے اور لوگ ان کی جماعت میں آہستہ آہستہ بڑھتے جاتے ہیں۔ تو انہوں نے حضورؐ پہ طرح طرح کے الزام لگانا شروع کئے۔ کبھی کہا کہ محمدؐ جادوگر ہے۔ کبھی کہا کہ محمدؐ شاعر یا کاہن ہے کسی سے

کہا محمدؐ دیوانہ ہے۔ اور کسی سے کہا محمدؐ فتنہ پرداز ہے۔ حضورؐ مشرکین قریش کے ان لغو و بیہودہ الزامات کو سنتے تو آپ کو سخت تکلیف ہوتی خداوند تعالےٰ اپنے رسول کے رنج و غم کو دیکھتا تو آپ کو تسکین و تسلی دیتا اور حق پر ثابت قدم رہنے کی ہدایت فرماتا چنانچہ اسی سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

۱۔ کذالک ما اتی الذین من قبلہم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون ہ اتواصوا بہ۔ بل ہم قوم طاغون۔	اسی طرح ان لوگوں سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں ان کے پاس بھی کوئی رسول ایسا نہ آیا جس کو انہوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا کیا آپس میں یہ ایک دوسرے کو ایسی ہی وصیت کرتے چلے آئے ہیں۔
۲۔ فذکر فما انت بنعمت ربک بکاہن و لا مجنون ام یقولون شاعر نتربص بہ ریب المنون ہ قل تربصوا فانی معکم من المتربصین	اے محمدؐ! تو ان لوگوں کو نصیحت کرتا رہ اپنے رب کے فضل سے نہ تو تو کاہن ہے اور نہ دیوانہ ہے۔ تو کیا یہ کفار تیری نسبت کہتے ہیں کہ "یہ شاعر ہے ہم اسکے حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں"۔ اے محمدؐ تو ان سے کہہ دے کہ اچھا تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔
۳۔ والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون۔	اے محمدؐ قسم ہے قلم کی اور لوگوں کی تحریر کی کہ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔

خداوند تعالیٰ کے ان تسکین وہ الفاظ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے سمجھانے سے حضورؐ کا رنج و غم دور ہو جاتا اور آپ بدستور تبلیغ و دعوت کے کام میں مصروف ہو جاتے۔" ۵۔ کتب احادیث میں حضرت سعید بن جبیر رضؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ حضور صلعم نے اعلانِ دین کا حکم پاکر جب دعوت و تبلیغ کا کام

شروع کیا اور مشرکین مکہ کے جھوٹے معبودوں کی مذمت کی تو قریش آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کو اذیت پہونچانے لگے چندروز بعد حج کا زمانہ آگیا اور ولید بن مغیرہ نے جو قریش کا سردار اور سن رسیدہ ودانشمند شخص تھا اعیان قریش کو جمع کر کے کہا۔

"اطراف وجوانب سے عرب قبائل خانہ کعبہ کی زیارت کو آنے والے ہیں وہ مکہ میں قیام کر کے ارکان حج کو ادا کریں گے اور شہر میں گھومیں گے یقیناً یہ لوگ محمدؐ کے پاس بھی جائیں گے اس لئے کہ محمدؐ نے جو شہرت اطراف وجوانب میں حاصل کی ہے وہ لوگوں کو ضرور مجبور کرے گی کہ وہ اس کے پاس جائیں اور اس سے مل کر اس کی باتوں کو سنیں تم نے اس کا کیا انتظام کیا ہے کہ لوگ اس کے پاس نہ جا سکیں اور اسکی باتوں کو نہ سن سکیں میرا خیال ہے اور درست ہے کہ جو لوگ محمدؐ کے پاس جائیں گے اور اس کی باتوں کو توجہ سے سنیں گے یقیناً انکے دل اس کی جانب مائل ہو جائیں گے اور اسلام ان کے دل میں گھر کرے گا میرے خیال میں اسکا انتظام اس طرح ہو سکتا ہے کہ محمدؐ پر کوئی ایسا الزام لگایا جائے کہ لوگ اس سے متنفر ہو جائیں اور اس کی طرف رخ نہ کریں اس معاملہ میں اتفاق رائے ضروری چیز ہے تم کسی ایک بات پر اتفاق کرلو اور محمدؐ کی نسبت صرف ایک ہی بات کہو ایسا نہ کرو کہ ایسی مختلف باتیں کہو جو ایکدوسرے کے مخالف ہوں"

ولید بن مغیرہ کی اس تجویز کو سن کر حاضرین نے کہا۔

"ولید! تم قوم کے سربرآوردہ اور دانشمند شخص ہو تم ہی سوچکر کوئی بات نکالو ہم سب تمہاری اطاعت کریں گے اور سب وہی کہیں گے جو تم بتلاؤ گے"۔

ولید بن مغیرہ نے کہا: "نہیں! تم ہی سوچکر کوئی بات نکالو۔" لوگوں نے کہا: "ہم زائرین کعبہ سے یہ کہیں گے کہ یہ شخص یعنے حضور صلعم! کاہن ہے اسکی باتیں نہ سنو۔" ولید نے کہا: "خدا کی قسم! میں نے بہت سے کاہنوں کو دیکھا ہے محمدؐ کاہن نہیں ہے اور اس کا کلام کاہنوں کے کلام کے زمزمہ وسجع سے قطعی کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ اگر تم محمد کو کاہن بتاؤ گے اور زائرین کعبہ اس سے مل کر اس کے کلام کو سنیں گے تو یقیناً یہ کہیں گے۔ کہ محمدؐ پر جو الزام لگایا گیا ہے۔ بالکل غلط ہے وہ کاہن نہیں ہیں۔" لوگوں نے کہا: "تو پھر ہم محمدؐ کو دیوانہ بتائیں گے۔" ولید نے کہا: "خدا کی قسم! جنون اور دیوانگی سے میں اچھی طرح واقف ہوں اور بہت سے دیوانوں کو میں نے دیکھا ہے محمد کا کاروبار دیوانگی کا وسوسہ نہیں ہے اور نہ دیوانہ آدمی اس قسم کی باتیں کہہ سکتا ہے۔" لوگوں نے کہا: "تو پھر ہم محمدؐ کو شاعر کہیں گے۔" ولید نے کہا: "خدا کی قسم! میں شعر کے فن سے خوب واقف ہوں۔ اور شعر کی تمام اقسام کا ماہر ہوں۔ محمدؐ شاعر نہیں ہے اور شاعر کا کلام اس کے کلام کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔" لوگوں نے کہا: "تو پھر ہم کہیں گے کہ محمدؐ جادوگر ہے۔" ولید نے کہا: "خدا کی قسم! میں نے بہت سے جادوگروں کو اور (ان کے) جادو کو دیکھا ہے کوئی جادوگر محمدؐ کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ محمدؐ کا کلام سحر کے نفث و عقد (یعنے جھاڑ پھونک وغیرہ) سے بہت بلند ہے۔" لوگوں نے کہا: "اگر ان تمام باتوں میں سے کوئی بات تم کو پسند نہیں ہے۔ تو پھر تم کہو کہ محمدؐ کی نسبت ہم زائرین کعبہ سے کیا کہیں۔" ولید بن مغیرہ نے کہا۔

"خدا کی قسم! محمدؐ کے کلام کی شیرینی۔ خوبی۔ قبول اور نور وضیا تمام کلاموں

اور تمام چیزوں پر غالب ہے اور دنیا کی کوئی چیز خواہ وہ کتنی ہی خوبیاں رکھتی ہو اور کیسی ہی پسندیدہ کیوں نہ ہو محمدؐ کے کلام پر غالب نہیں آسکتی۔ پھر محمدؐ کی شخصیت کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جس سے لوگ واقف نہ ہوں اگر لوگوں کی نظر میں اس کو حقیر و ذلیل بنانے کیلئے اس کی نسبت ہم یہ کہیں کہ محمدؐ مرد مجہول ہے اس کی باتیں نہ سنو تو ہمارا یہ کہنا بالکل غلط ہوگا اور کوئی ایک شخص بھی ہماری اس بات کو صحیح و درست قرار نہ دیگا اس لئے کہ سارا عرب اس بات سے واقف ہے کہ محمدؐ نسل و نسب کے اعتبار سے شریف تر و معروف تر ہے۔ فصاحت و سخن گوئی میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے اور قابلیت میں کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے ایسی حالت میں ہم محمدؐ پر اگر کوئی الزام لگائیں یا اس کی نسبت کوئی لغو بات مشہور کریں اور لوگ اس سے مل کر اس کی باتوں کو سنیں اور اس کے اخلاق و عادات کو دیکھیں تو یقیناً وہ ہم کو دروغ گو ٹھہرائیں گے اور ہماری کسی بات کو صحیح و درست تسلیم نہ کریں گے۔"

لوگوں نے ولید بن مغیرہ کے یہ الفاظ سن کر کہا: "ولید! اس معاملہ میں تم کو کافی غور و خوض کی ضرورت ہے اور کوئی نہ کوئی ایسی بات نکالنی ضروری ہے کہ اس کو سن کر زائرین کعبہ اس سے متنفر ہو جائیں اور کوئی شخص اس کے پاس نہ جائے۔" ولید بن مغیرہ نے تھوڑی دیر غور کیا اور پھر حاضرین کو مخاطب کرکے کہا

"میری رائے یہ ہے کہ محمدؐ کی نسبت یہ مشہور کیا جائے کہ وہ جادوگروں کے ساتھ رہتا ہے یا جادوگروں سے اس کا تعلق ہے یا جادوگر اس کے پاس رہتے ہیں یا وہ جادو کا ماہر ہے کہ جب لوگ اس سے بات کرتے ہیں اور اس

کے کلام کو سننے میں باپ بیٹے کو۔ بیٹا باپ کو۔ بھائی بھائی کو۔ شوہر بیوی کو بیوی شوہر کو۔ اور رشتہ دار رشتہ داروں کو چھوڑ دیتا ہے یعنی محمدؐ کا کلام جو حقیقت میں جادو ہے عزیزوں میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ محمدؐ نے یہ جادو باہر کے لوگوں سے سیکھا ہے۔ اور مسیلمہ اور ساحران بابل سے یہ جادو اس کو حاصل ہوا ہے؟

حضور صلعم کو مشرکین قریش کے اس مشورہ کی خبر ملی تو آپ کو اس سے سخت تکلیف ہوئی اور خداوند تعالیٰ نے آپ کی اذیت کو دور کرنے کے لئے ولید بن مغیرہ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

ذرنی ومن خلقت وحیدًا ہ وجعلت لہ مالًا ممدودًا ہ وبنین شہودًا ہ ومھدت لہ تمھیدًا ہ ثم یطمع ان ازید ۔ کلا ۔ انہ کان لاٰیاتنا عنیدًا ہ سارھقہ صعودًا ہ

اے محمدؐ! تو میرے لئے چھوڑ دے اس کو جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے (یعنی ولید کو) اور جس کو میں نے بہت سا مال دیا ہے اور اولاد موجود کی ہے اور سامان دنیا طرح طرح کا مہیا کیا ہے اس پر بھی وہ توقع رکھتا ہے کہ آخرۃ میں۔ میں اُسے کچھ اور دوں گا۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ میری آیتوں کا مخالف تھا۔ عنقریب ہم اس کو دوزخ کے پہاڑ (صعود) پر چڑھائیں گے۔

۶۔ عروہ بن زبیر رضؓ مشہور صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ سے پوچھا کہ "مشرکین قریش نے جو اذیتیں حضورؐ کو پہونچائی تھیں ان میں سب سے بڑی اذیت کون سی تھی؟" عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ نے کہا کہ "ایک روز اعیان و اشراف قریش مقام حجر میں جمع تھے اور میں بھی ان میں شامل تھا کہ حضور صلعم کا ذکر چھڑ گیا ایک شخص نے کہا کہ ہم نے آج تک کسی معاملہ میں صبر و ضبط سے اتنا کام نہیں لیا ہے۔ جتنا کہ اس شخص (یعنی حضور صلعم)

کے معاملہ میں کام لیا ہے یہ شخص ہمارے دانشمند اور لائق لوگوں کو بیوقوف بتاتا
ہے ہمارے آباد و اجداد کو ناروا الفاظ سے یاد کرتا ہے اور ہمارے دین پر لعن و
طعن کرتا رہتا ہے پھر یہی نہیں بلکہ اس نے ہماری اجتماعی طاقت میں انتشار
پیدا کر دیا ہے اور ہمارے معبودوں کو بھی گالیاں دیتا ہے بایں ہمہ ہم نے درگذر
سے کام لیا ہے اور اس کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں کی ہے،، یہ لوگ
اسی قسم کی باتوں میں مشغول تھے کہ حضور صلعم تشریف لے آئے اول آپ نے رکن
(یا حجراسود) کو بوسہ دیا اور پھر طواف میں مشغول ہو گئے۔ طواف کرتے کرتے
جب حضورؐ ان لوگوں کے قریب سے گذرے تو ان لوگوں نے حضور صلعم کو نامناسب
اور سخت الفاظ کہے اور میں نے دیکھا کہ ان الفاظ سے حضورؐ کے چہرہ پر کراہت
و تکدر کے آثار پیدا ہو گئے۔ طواف کے دوسرے پھیرے میں جب حضورؐ انکے
قریب پہونچے تو انہوں نے پھر اسی قسم کے الفاظ کہے تیسرے پھیرے میں حضورؐ
ان لوگوں کے پاس سے گذرے تو آپ کھڑے ہو گئے اور ان لوگوں کو مخاطب
کر کے فرمایا۔

تسمعون یامعشر قریش اما والذی — اے جماعت قریش! سنو میں اس ذات کی قسم کھا کر
نفس محمدؐ بیدہ لقد جئتکم بالذبح — جسکے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے تم کو بتاتا ہوں کہ
تمہارے پاس خدا نے مجھ کو اس لئے بھیجا ہے کہ میں تم کو ذبح کر ڈالوں۔

حضورؐ کے ان الفاظ کا واضح مطلب یہ تھا کہ اے گروہ قریش اگر تم نے
میری بات نہ مانی اور میری اطاعت نہ کی تو میں تم کو اس طرح ذبح کر ڈالوں گا جس
طرح بکری کے گلے پر چھری رکھ کر ذبح کر دیا جاتا ہے۔ تم خوب سمجھ لو کہ جب میں

جنگ پر تیار ہو جاؤں گا تم کو میرے ہاتھوں سے امان نہیں مل سکتی۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رض کا بیان ہے کہ حضور صلعم کے ان الفاظ کو سن کر مشرکین قریش پر لرزہ طاری ہو گیا اور خوف و رعب سے ایک جملہ ان کی زبان سے ادا نہ ہو سکا۔ تھوڑی دیر بعد حالت بالکل مختلف تھی مشرکین قریش میں سے جن لوگوں نے حضور صلعم کو برا بھلا کہا تھا اب وہ خوشامد کر رہے تھے اور انتہائی نرمی سے گفتگو میں مشغول تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے کہا "اے ابوالقاسم (حضور صلعم کی کنیت ہے) جاؤ۔ اپنے کام میں مشغول رہو یعنے طواف کرو خدا کی قسم! تم جاہل نہیں ہو"

یہ سن کر حضور طواف میں مشغول ہو گئے اور طواف پورا کر کے واپس چلے گئے دوسرے دن مشرکین قریش پھر حجر میں جمع ہوئے میں بھی ان میں شامل تھا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا "کل جو ہم نے محمد پر لعن وطعن کیا تھا اور محمد نے ہمارے قریب پہنچ کر جواب میں ہم کو جو گالیاں دی تھیں ہم کو کیا ہو گیا تھا۔ کہ ہم خاموش بیٹھے اس کی باتوں کو سنتے رہے تھے اور ہمارے منہ سے ایک حرف تک نہ نکلا تھا اگر حالت یہی رہی اور ہماری خاموشی و درگذر کا خاتمہ نہ ہوا تو محمد ہمارے دین کو برباد کر دے گا اس معاملہ میں غور کرنے کی ضرورت ہے ہماری خاموشی اور درگذر حد سے تجاوز کر گئی ہے۔ اب ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ اور محمد کو ایسا سبق دینا چاہیئے۔ کہ پھر اس کو جرائت نہ ہو"

مشرکین قریش اسی قسم کی باتوں میں مشغول تھے کہ حضور صلعم تشریف لے آئے اور خانہ کعبہ کا طواف شروع کر دیا مشرکین قریش نے آپ کو طواف کرتے دیکھا۔ تو شدت غیظ و غضب سے دیوانوں کی طرح آپ کی طرف دوڑے آپ کے جسم سے چادر اتار لی اور گلے میں ڈال کر لپیٹنا شروع کیا یہاں تک کہ چادر

کی سخت گرفت سے آپ کا سانس رکنے لگا حضرت ابوبکر صدیق رضا اس وقت
خانہ کعبہ میں موجود تھے انہوں نے شور مچایا اور مشرکین قریش کو مخاطب کرکے کہا
اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ — کیا تم اس شخص (یعنی محمدؐ) کو صرف اس
وقد جاءکم بالبینات من ربکم — جرم میں قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا
پروردگار بتاتا ہے اور تمہارے پروردگار کے پاس سے تمہارے پاس دلائل لے کر آیا ہے

حضرت ابوبکر رضا کے ان الفاظ کو سن کر مشرکین قریش نے حضورؐ کو تو چھوڑ
دیا اور ابوبکر رضا کی طرف پلٹ پڑے اور ان کو مارنا شروع کیا اور اتنا مارا کہ
ان کا سر پھٹ گیا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اتنا مارا کہ وہ بیہوش
ہوکر گر پڑے حضرت ابوبکر رضا کے پٹنے کی خبر ان کی قوم بنو تمیم میں پہونچی تو وہ
ان کو بچانے کے لئے دوڑ پڑی اور مشرکین کے ہاتھوں سے ان کو چھڑا لیا۔ حضرت
عائشہ رضا سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رضا کو اتنا مارا پیٹا گیا تھا۔ کہ زخموں سے
آپ کے سر کا یہ حال تھا کہ جہاں ہاتھ لگتا تھا وہاں سے بال الگ ہوجاتے تھے
۷۔ مشرکین قریش حضورؐ اور مسلمانوں کے ہر وقت درپے رہتے تھے۔
اور اذیت و تکلیف پہنچانے کا جو موقع پاتے تھے وہ گزر نہ کرتے تھے لیکن
حضور صلعم نے کبھی قریش کے خلاف نہ تو کوئی انتقامی کارروائی کی اور نہ
کبھی بددعا کی البتہ صرف ایک دفعہ حضورؐ نے انتہائی اذیت و تکلیف سے متاثر
ہوکر مشرکین قریش کے حق میں بددعا کی تھی جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز
حضور صلعم خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ابوجہل قریش کی ایک
جماعت کے ساتھ صحن کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا اور خانہ کعبہ کے باہر کسی جگہ اسی
وقت لوگوں نے اونٹ کو ذبح کیا تھا۔ جس کا اوجھ وہاں پڑا ہوا تھا ابوجہل
کو شرارت سوجھی اور اس نے حاضرین کو مخاطب کرکے کہا: تم میں سے ایک

شخص جاکر اونٹ کا اوجھ اٹھا لائے اور جس وقت محمدؐ سجدہ میں جائے اوجھ کو اس کی پشت پر رکھ دیا جائے" عقبہ بن ابی معیط یہ سن کر اٹھا اور اونٹ کا اوجھ جو خون اور گوبر میں لتھڑا ہوا تھا اٹھا لایا اور حضور صلعم کی پشت کے قریب کھڑا ہو گیا۔ جب حضورؐ سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط نے اوجھ کو حضور صلعم کے دونوں شانوں کے درمیان پشت پر رکھ دیا اور حضور صلعم سجدہ سے سر کو نہ اٹھا سکے مشرکین قریش نے اس منظر کو دیکھا اور قہقہے لگانا شروع کئے عبداللہ بن مسعودؓ اس واقعہ کے راوی کہتے ہیں۔ کہ میں اس وقت صحن کعبہ میں موجود تھا۔ مجھ کو مشرکین قریش کی یہ حرکت ناگوار گذری لیکن خوف کے سبب میں اپنی زبان سے کچھ نہ کہہ سکا۔ حضورؐ دیر تک سجدہ میں اوجھ کے نیچے دبے ہوئے پڑے رہے یہاں تک کہ کسی نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ یا حضورؐ کی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضؓ کو اس کی اطلاع دے دی حضرت فاطمہ رضؓ دوڑ کر آئیں اور اوجھ کو حضورؐ کی پشت سے اتار لیا اور مشرکین قریش کو ان کی اس ناشائستہ حرکت پر بہت بڑا بھلا کہا۔

حضورؐ نے اول نماز کو پورا کیا اور پھر اس خیال سے کہ مشرکین قریش نے نماز کی بے حرمتی اور توہین کی ہے اون کے حق میں یہ بد دعا کی۔

اللّٰھم علیک بقریش۔ اللّٰھم علیک بقریش۔ اللّٰھم علیک بقریش	اے اللہ تو قریش سے انتقام لے۔ اے اللہ تو قریش پر اپنا غضب نازل فرما۔ اے اللہ تو قریش سے سمجھ لے۔

مشرکین قریش نے حضورؐ کی اس بد دعا کو سنا تو گھبرا گئے اس لئے کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کعبہ میں جو شخص دعا کرتا ہے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابی سے منقول ہے کہ حضورؐ نے تین مرتبہ

مذکورۂ بالا الفاظ فرماکر پھر چند اشخاص کے نام لے کر بد دعا کی اور فرمایا۔

اللھم علیک بابی جھل بن ھشام وعتبۃ بن ربیعۃ۔ وشیبۃ بن ربیعۃ۔ والولید بن عتبۃ وعقبۃ بن ابی معیط۔ وابی بن خلف وامیۃ بن خلف۔ وعمارۃ بن الولید

اے اللہ! تو ابوجہل بن ہشام۔ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ عقبہ بن ابی معیط۔ ابی بن خلف۔ امیہ بن خلف اور عمارہ بن ولید سے انتقام لے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حضور صلعم نے اس روز جن مشرکین کا نام لے کر بد دعا کی تھی وہ سب کے سب بدر کی جنگ میں مارے گئے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ بدر کی جنگ کے بعد ان کی نعشوں کو گھسیٹ کر لایا گیا اور بدر کے ایک تاریک کنوئیں میں ڈال دیا گیا سوائے امیہ بن خلف کے کہ اس کے اعضا جسم پارہ پارہ ہو گئے تھے اور اس کو گھسیٹ کر نہیں لایا جا سکا تھا۔

۳۔ محمد بن اسحٰق رح سے منقول ہے کہ اعیان قریش نے جب یہ دیکھا کہ ابوطالب اور قریش کے سر برآوردہ مسلمان حضورؐ کے حامی ہیں اور ہر وقت حضورؐ کی حفاظت میں سینہ سپر رہتے ہیں تو انہوں نے حضور صلعم کو اذیت پہونچانا کم کر دیا اور غریب مسلمانوں کو ہر ممکن طریقہ سے ستانے لگے خصوصاً ان مسلمانوں کو جو قبیلہ کی طاقت نہ رکھتے تھے بعض کو یہ لوگ مکانوں میں بند کر دیتے اور بھوک و پیاس کی سخت اذیت پہونچاتے تھے۔ بعض کو بھاری بھاری زرہیں پہنا دیتے کہ وہ ان کے بوجھ کے سبب حرکت نہ کر سکتے تھے اور ان کو سخت دھوپ میں کھڑا کر دیتے اور لکڑیوں سے مارتے پیٹتے اور ان کو ترغیب دیتے تھے۔ کہ محمدؐ کا دین چھوڑ دیں ان میں سے جو لوگ ضعیف الایمان ہوتے تھے وہ مشرکین کا کہنا مان لیتے اور جو قوی القلب ہوتے اور اسلام پر کامل یقین رکھتے تھے۔ وہ سخت

تکلیفوں کو برداشت کر لیتے اور اسلام پر ثابت قدم رہتے اُنھیں میں حضرت بلال حبشی تھے۔ جو امیہ بن خلف مشرک کے غلام تھے امیہ ان کو برہنہ کر دیتا اور گرم ریت پر لٹا کر ان کے پیٹ اور سینہ پر گرم پتھر رکھ دیتا اور کہتا کہ محمدؐ کے دین کو چھوڑ دے اور لات و عزّےٰ بتوں پر ایمان لے آ۔ لیکن حضرت بلال ان اذیتوں کی پروا نہ کرتے اور امیّہ کے جواب میں ہر بار یہی کہتے کہ احدٌ احدٌ یعنی میں تو صرف خدائے واحد کا پوجنے والا ہوں اور اسی کی پرستش کروں گا

حضرت بلال رضؓ ایک روز اسی عذاب میں گرفتار تھے۔ کہ ان کے قریب سے حضرت ابوبکر رضؓ کا گذر ہوا اور حضرت بلال رضؓ کو سخت تکلیف میں مبتلا پا کر ان کے مالک امیّہ کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا "امیّہ! اس شخص کو تکلیفیں دینے سے تجھ کو کیا حاصل ہوگا۔ خدا سے ڈر اور اس کو چھوڑ دے" اُمیّہ نے کہا "قحافہ کے بیٹے! تو ہی نے اس کو اس مصیبت میں مبتلا کیا ہے۔ اور بت پرستی سے روک کر اس کو محمدؐ کے دین میں داخل کرایا ہے اب تو ہی اس کو اس بلا سے نجات دلا سکتا ہے۔ اگر تجھکو اس کے حال پر ترس آتا ہے تو۔ تو مجھ سے اس کو خرید لے" حضرت ابوبکر رضؓ نے امیّہ پر احسان رکھ کر فوراً بلال رضؓ کو نقد قیمت دے کر خرید لیا اور پھر آزاد کر دیا۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضورؐ کو جب یہ خبر ملی کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت بلال رضؓ کو خرید لیا ہے۔ تو حضرت ابوبکر رضؓ کو بلا کر فرمایا "ابوبکر! بلال کی خریداری میں مجھ کو بھی شریک کر لو" حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا "یارسول اللہ! میں نے تو بلال کو خرید کر آزاد بھی کر دیا"

۹۔ حضرت یاسر۔ ان کے بیٹے عمار اور ان کی بیوی سمیّہ روسائے قبیلہ بنی مخذوم کے غلام تھے ان کے آقا ان کو بھی مقام بطحا کی گرم ریت پر لٹا دیتے

ر سینہ پر پتھر رکھ کر سخت سی سخت اذیتیں دیتے تھے۔ ایک روز یہ لوگ
عذاب میں مبتلا تھے۔ کہ حضورؐ ان کے قریب سے گذرے اور ان کو مخاطب
کے فرمایا۔

صبرًا یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ — خاندان یاسر! صبر سے کام لو آخرت میں
تو جنت عطا کی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کہتے۔ کہ مشرکین مکہ عمار بن یاسر اور ان
ماں باپ کو سخت سے سخت اذیتیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز
ل نے حضرت یاسر کی بیوی سمیّہ کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا اور پھر
کافر نے ان کے اندام نہانی میں نیزہ پیوست کر دیا جس سے وہ ہلاک ہو گئیں
اسی طرح ان کے شوہر یاسر کو مختلف قسم کی سخت اذیتیں دیکر۔ . مار ڈالا
دو شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام میں شہادت حاصل کی ہے۔

حضرت عمار کی نسبت راوی کا بیان یہ ہے کہ ماں باپ کا یہ حشر دیکھ کر
سے انہوں نے اس بات کا اقرار کر لیا جس کی خواہش مشرکین نے ان سے
تی اور اس طرح ان کے ہاتھوں سے نجات حاصل کر لی مسلمانوں نے
ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "عمار کافر ہو گیا" حضورؐ نے فرمایا۔
"ہرگز کافر نہیں ہو سکتا اس کے جسم میں سر سے پانوؤں تک ایمان بھرا ہوا
اور اس کے گوشت۔ پوست اور خون میں ایمان کی لہریں دوڑ رہی ہیں"
ی دیر میں حضرت عمار حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رو کر مشرکین
کے ظلم و ستم کی شکایت کی حضور صلعم نے آنسوؤں کو ان کی آنکھوں سے
نیا اور فرمایا "اگر کفار پھر تجھ کو اذیت پہونچائیں تو ایمان کا اعتراف کر اور
پہلے قول سے پھر جا" بعض مفسرین کا بیان ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ میں

میں نازل ہوئی تھی۔

من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من — جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر

اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان — کرتا ہے وہ اپنے ایمان سے مرتد ہو جاتا ہے

باستثنا راس کے جو کفر کرنے پر مجبور کیا جاے اور اس کا قلب ایمان سے مطمئن ہو۔

مشرکین قریش کی عداوت اور حضور صلعم کو اذیت پہونچانے کے جو واقعات

اوپر لکھے گئے ہیں۔ ان کا تعلق اگرچہ حضرت خدیجۃ الکبرے رض کی ذات سے

نہیں ہے اور ان کے حالات میں ان کا اندراج بظاہر غیر موزوں سا معلوم

ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور صلعم کی زندگی کے وہ تمام واقعات جو تبلیغ

کے اقتضار سے وقوع میں آئے ہیں اور وہ تمام اُمور جو آپ نے بحیثیت رسول

خدا ہونے کے انجام دئے ہیں۔ تمام کے تمام حضرت خدیجۃ الکبرے رض کی ذات سے

خاص تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ نامناسب نہ ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ خداوند تعالےٰ

نے حضرت خدیجۃ الکبرے رض کو حضور ؑ کی زندگی میں اسی لئے شریک کیا تھا۔ کہ

وہ آپ کی حقیقی معاون بن کر امور رسالت کی انجام دہی میں آپ کی ہمت اور

قوت میں اضافہ کریں اور آپ کو مایوس و ناامید نہ ہونے دیں۔

مشرکین قریش کی شرارت اور مزاحمت کے جو واقعات اوپر بیان کئے

گئے ہیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد ہر شخص آسانی سے اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے

کہ اگر خداوند تعالےٰ کی تائید اور حضرت خدیجۃ الکبرے رض کی ہمت افزائی

حضور ؑ کو نصیب نہ ہوتی تو یقیناً بشریت کے تقاضہ سے حضور ؑ کا ڈگمگا جانا

ممکن تھا۔

ایک طرف مکہ کے تمام قریشی خاندان اور ان کے امرار و رؤسا تھے اور

دوسری طرف چند غریب و بیکس مسلمان جن کا سہارا خدا اور خدا کے رسول ؑ

کے سوا اور کوئی نہیں تھا قریش اپنی پوری قوت اور اجتماعی وانفرادی طاقتوں سے کام لیتے تھے مسلمانوں کے ذرائع معاش کو تنگ کر دیا تھا۔ سکون وطمانیت کی راہیں ان کے لئے بند کر دی تھیں۔ اور ہر وقت ان کو تکلیفیں پہونچانے اور دین الٰہی کی پیروی سے روکنے کے درپے رہتے تھے۔ ایسی حالت میں مسلمانوں پر کیا گذری ہوگی مستقل مزاج۔ صابر د شاکر اور راسخ العقیدہ مسلمان اذیتوں اور تکلیفوں کو سکون وطمانیت کے ساتھ برداشت کرتے اور صبر سے کام لیتے تھے البتہ کبھی کبھی حضورؐ کے حضور میں حاضر ہو کر بشریت کے اقتضا سے اپنی مظلومی کا اظہار کر دیتے تھے اور حضورؐ تائید الٰہی کی قوت سے ان کی پژمردہ ہمتوں میں روح پرور الفاظ سے پھر جان ڈالدیتے تھے اور چند روزہ مصائب و ابتلار کو صبر و شکر سے برداشت کرنے کی وصیت فرما دیتے تھے۔ لیکن خود حضورؐ کی حالت کیا تھی؟ قریش کا ہر شخص آپ کا دشمن تھا۔ آپ کی زندگی کے درپے تھا۔ اور کوئی موقع آپ کو اذیت پہونچانے اور راہ حق سے پھیر دینے کا ترک نہ کرتا تھا یعنے ایک طرف قریش مکہ خود حضورؐ کو ہر وقت ستانے اور اذیتیں پہونچاتے رہتے تھے اور دوسری جانب مسلمانوں کی کس مپرسی اور بے اطمینانی آپ کے لئے سوہان روح تھی اور اس پر سب سے زیادہ اذیت آپ کی روح کو اس سے ہوتی تھی۔ کہ مشرکین قریش دلائل توحید و رسالت سے متأثر نہ ہوتے تھے۔ بُت پرستی کی آلائش کو پاکیزگی خیال کرتے تھے اور دین الٰہی کا جو انسانی فطرت کے مطابق تھا مذاق اڑاتے تھے۔ اور کبھی سکون وطمانیت کے ساتھ حضور صلعم کی دعوت پر کان نہ دھرتے تھے۔

ان حالات میں ظاہر ہے کہ حضور صلعم کس قدر پریشان رہتے ہوں گے اور آپ کی روح مسلسل و بہیم صدمات سے کس قدر مضمحل ہوگی لیکن

جب کبھی حضورؐ پریشانی کی حالت میں گھر کے اندر داخل ہوئے اور کچھ وقفہ کے بعد باہر تشریف لائے تو آپ کا چہرہ بشاش تھا۔ اور عمل کی طاقت میں نئی روح جلوہ گر نظر آتی تھی یہ بشاشت اور روح میں تازگی کون پیدا کرتی تھی حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کی ذات حضور صلعم اور مسلمانوں کی سچی غمگسار تھی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ کی ذات سے اسلام اور مسلمانوں کو غیر معمولی طاقت حاصل تھی وہ ایک لمحہ کے لئے بھی حضورؐ کو رنجیدہ اور مکدّر حالت میں نہیں دیکھ سکتی تھیں اور جب کبھی حضورؐ کو غمگین و پریشان پاتی تھیں اپنا سب سے پہلا فرض یہ خیال کرتی تھیں۔ کہ آپ کے رنج و غم کو دور کر دیں۔ اور دعوت و تبلیغ اسلام کے کام کے لئے آپ میں تازہ روح پیدا کر دیں یا مضمحل قلب و دماغ کو تازہ بنا کر عمل کے جوش میں گرمی بڑھا دیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ دنیا کی عورتوں میں سب سے پہلی عورت تھیں جنہوں نے اپنی مالی طاقت اور پھر باطنی فراست سے اسلام کو قوت دی۔ مسلمانوں کی ہمتوں کو بڑھایا اور حضورؐ کے عمل روحی کے آغاز سے اپنی زندگی کے آخری سانس تک خالق کائنات سے وابستگی اور دین الٰہی کی اشاعت و ترویج میں پوری طاقت سے حصہ لیا۔

(۳۴)

عہد نبوت کے چند خاص واقعات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبری رضؓ کی زندگی کے حالات میں بعض ان واقعات کو بھی شامل کر دیا جائے جو حضورؐ کے عہد نبوت کے ابتدائی سالوں میں وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ اور جن سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو کسی نہ کسی حیثیت سے خاص تعلق رہا ہے

ہجرت حبشہ حضورؐ اور مسلمان پانچ سال تک مشرکین کے مظالم کو برداشت کرتے رہے اور سخت سی سخت تکالیف کی بھی پروانہ کی لیکن جب آپ نے یہ دیکھا کہ مشرکین قریش کے مظالم نے مسلمانوں کی عافیت تنگ کر دی ہے۔ اور گھر سے نکل کر حصول معاش کے ذرائع سے کام لینا بھی ان کے لئے ناممکن ہو گیا ہے۔ تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے ان کو یہ اجازت دے دی کہ وہ ترک وطن کر کے حبشہ چلے جائیں اور مشرکین مکہ کے مظالم سے نجات حاصل کریں اس سلسلہ میں حضورؐ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ۔

"حبشہ کے ملک کا بادشاہ بہت اچھا آدمی ہے اس کے ملک میں ظلم وستم نہیں ہوتا تم لوگ اس کے ملک میں چلے جاؤ اور اس وقت تک وہاں رہو جب تک کہ خداوند تعالےٰ تمہارے لئے کشادگی مرحمت فرمائے"

حضورؐ کے اس ارشاد کو سن کر ماہ رجب ۵؍ نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی اور خفیہ طور پر مکہ سے نکل کر حبشہ کی طرف روانہ ہوئے دریا کے کنارہ تک مسلمانوں کا یہ چھوٹا سا مظلوم قافلہ پیدل گیا اور دریا پر پہونچ نصف دینار زرد سرخ پر کشتی کرایہ پر لی اور اس میں سوار ہو کر دوسرے کنارے پر پہونچے اور وہاں سے روانہ ہو کر حبشہ کے دارالسلطنت میں داخل ہوئے۔

محدثین کا بیان ہے کہ حضورؐ کی تحریک ہجرت کو سن کر سب سے پہلے ترک وطن پر حضرت عثمان بن عفان رضؓ نے آمادگی ظاہر کی اور پھر سب سے پہلے اپنی بیوی حضرت رقیہ رضؓ (حضورؐ کی صاحبزادی) کو لے کر مکہ سے نکلے اور حبشہ کی طرف روانہ ہوئے اس زمانہ میں حضرت رقیہ رضؓ کی عمر غالباً چودہ سال کی تھی۔ اس عمر میں جو بچپن سے قریب رکھتا تھا ماں باپ کو چھوڑنا کس درجہ ان کو شاق گذرا ہوگا اور ماں باپ کو محبوب بیٹی کی جدائی کس قدر اذیت رساں ثابت ہوئی ہوگی اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے حضور صلعم کے ارشاد ہجرت کو سنکر اور حضرت عثمان رضؓ داماد اور بیٹی رقیہ کی آمادگی سفر کو دیکھ کر۔ . . . ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے رنج و غم کا اظہار نہیں کیا اور خوشی سے بیٹی کو اجازت دے دی روح پژمردہ تھی بیٹی کی جدائی کا صدمہ قلب و دماغ پر تھا لیکن خداوند تعالےٰ کے حکم اور اس کے سچے نبی حضور صلعم کی اطاعت تمام باتوں پر مقدم تھی۔

احادیث میں آیا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کی روانگی کے بعد بہت دنوں تک ان کا کوئی حال معلوم نہیں ہوا۔ بیٹی اور داماد کی خیریت معلوم نہ ہونے سے حضورؐ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ دونوں پریشان تھے اور حبشہ کی طرف سے

آنے والے لوگوں سے آپ وہاں کے حالات اور حضرت عثمان رض کا حال دریافت فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز ایک عورت حبشہ سے مکہ میں آئی اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "میں نے عثمان رض کو دیکھا ہے وہ اپنی بیوی کو سواری پر بٹھائے لے جا رہے تھے۔" حضورؐ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

صحبهما الله ان عثمان لاول من هاجر باهله بعد لوط۔ خداوند تعالیٰ ان دونوں کا رفیق ہو عثمان پہلا شخص ہے جس نے لوط کے بعد سب سے پہلے ہجرت کی ہے

ہجرت حبشہ کا سلسلہ جاری ہو جانے پر جو لوگ مکہ میں مسلمان ہوتے گئے وہ حبشہ جاتے رہے یہاں تک کہ اسی مرد اور گیارہ عورتیں جن میں بچے بھی شامل تھے ہجرت کر کے حبشہ پہونچ گئے اور وہاں امن وسکون سے رہنے لگے۔

حبشہ کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو جانے پر جب حضور صلعم کو کچھ اطمینان وسکون حاصل ہو گیا اور کم از کم مسلمانوں پر ظلم وستم کی خبروں سے آپ کو نجات مل گئی تو آپ نے اپنی پوری قوت سے دعوتِ اسلام کا کام شروع کیا اسی زمانہ میں سورۂ والنجم نازل ہوئی اور حضور صلعم اس کو سنانے کے لئے مسجد حرام میں تشریف لائے اس وقت مسجد حرام میں مشرکین قریش کی بڑی تعداد موجود تھی حضور صلعم نے ان کے سامنے سورۂ والنجم کی تلاوت شروع کی اور ایک ایک آیت کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا تاکہ لوگ اس کو غور سے سنیں اور یاد کر لیں جب حضور صلعم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ۔

افرایتم اللات والعزےٰ ومناۃ الثالثۃ الاخرےٰ

مشرکو! تم لوگوں نے لات اور عزےٰ (بتوں) اور تیسری اور ریت) جو منات ہے اس کی حالت دیکھ لی۔

بعض مفسرین کا خیال تو یہ ہے کہ اس آیت کے بعد شیطان نے مشرکین قریش کے کانوں میں جو کلام الٰہی کی علاوت سے تقریباً مدہوش تھے۔ یہ الفاظ پہونچائے۔

تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ۔ یہی بت خدا کے ہاں سب سے بڑے سفارشی ہیں اور ان کی شفاعت قابل پذیرائی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی مشرک ہی نے حضور صلعم کی آواز میں آواز ملا کر مذکورہ بالا آیت کی تلاوت کے بعد ان الفاظ کو از راہ شرارت پکار دیا تھا اور مشرکین نے اس آواز کو حضور صلعم ہی کی آواز خیال کیا تھا اور جب حضور صلعم سورہ والنجم کو ختم کر کے سجدہ میں چلے گئے تھے تو مشرکین قریش بھی سجدہ میں گر پڑے تھے اور بجز ایک مشرک (یعنے امیہ بن خلف۔ یا عتبہ بن ربیعہ۔ یا ولید بن مغیرہ) کے سب نے حضورؐ کے ساتھ یہ خیال کر کے سجدہ کیا تھا کہ محمدؐ نے ہمارے بتوں کی عظمت کا اعتراف کر لیا ہے۔

جب لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے تو آپس میں تبادلۂ خیال کرتے ہوئے کہا کہ محمدؐ نے ہمارے بتوں کا ذکر خوبی کے ساتھ کیا ہے ہم لوگ خداوند تعالیٰ کے رازق و خالق اور محی و ممیت ہونے کا پختہ عقیدہ رکھتے ہیں رہا بتوں کا معاملہ ان کو ہم صرف شفاعت کرنیوالا مانتے ہیں۔ اب محمدؐ نے بھی ہمارے بتوں کی سفارش کو مان لیا ہے اور ان کو شفیع قرار دیدیا ہے اس لئے اب مناسب یہ ہے کہ ہم محمدؐ سے صلح کر لیں اور ان کو ستانا چھوڑ دیں مشرکین قریش کے خیال صلح کو بعض لوگوں نے حبشہ تک پہونچا دیا اور حبشہ کے مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مشرکین قریش اور حضور صلعم

کے درمیان صلح ہو گئی ہے اس خبر نے مسلمانان حبشہ کو خوش کر دیا اور وہ حبشہ سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن خبر غلط تھی مکہ پہونچ کر حقیقت کا علم ہوا بعض لوگ تو واقعہ معلوم کر کے واپس چلے گئے۔ اور بعض مجبور ہو کر مکہ ہی میں رہ گئے حضرت عثمان رضا آخری لوگوں میں تھے۔

محدثین کا بیان ہے کہ سورۂ والنجم کی تلاوت کے وقت جو واقعہ رونما ہوا تھا۔ حضور صلعم اس کی حقیقت سے قطعًا ناواقف تھے چند روز بعد حضرت جبرئیل ع تشریف لائے اور واقعہ سے حضورؐ کو آگاہ کیا حضور صلعم اس سے بہت متاثر اور رنجیدہ ہوئے اور جو الفاظ شریر شیطان نے حضورؐ کی آواز میں آواز ملا کر مشرکین قریش کے کانوں تک پہونچائے تھے ان سے حضور صلعم کو سخت اذیت ہوئی خداوند تعالیٰ نے حضور صلعم کے اس رنج وغم کو دور کرنے کے لئے یہ آیت نازل کی

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی	اے محمدؐ! تم سے پہلے جو رسول اور نبی ہم نے
الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ	بھیجے تھے انھیں بھی یہ معاملات پیش آئے کہ
فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ	ان کی تمنا میں شیطان نے وسوسے ڈالے
ایاتہ واللہ علیم حکیم ؕ	لیکن اللہ نے شیطانی وسوسے مٹا دیئے اور

اپنی آیات مضبوط کیں اللہ علیم اور حکیم ہے

یہ آیت جب مشرکین قریش کے کانوں تک پہونچیں تو انہوں نے کہا محمدؐ نے ہمارے معبودوں کی منزلت کی نسبت جو کچھ کہا تھا اب وہ اس پر پشیمان ہے اور ہم نے اس بناء پر جو صلح کی تھی اس کو توڑ دیا ہے۔

(روضۃ الاحباب)

حضرات حمزہ و عمرؓ کا قبول اسلام

بنوت کے چھٹے سال میں حضور صلعم

کے حقیقی چچا حضرت حمزہ رضؓ اور قریش کے سربرآوردہ شجاع حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا ان کے قبول اسلام کے واقعات نہایت دلچسپ ہیں جن کو اختصار کے ساتھ ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

۱۔ مشرکین قریش حضورؐ اور مسلمانوں کو اذیت پہونچانے میں بدستور سابق مشغول تھے اور کوئی ممکن تدبیر پریشان کرنے اور ستانے کی اٹھا نہ رکھتے تھے ایک روز ابوجہل نے جو حضور صلعم کا چچا تھا۔ خانہ کعبہ میں حضور صلعم کو بُرا بھلا بھی کہا اور سخت جسمانی اذیت بھی پہونچائی حضور صلعم نے حسب معمول خاموشی سے کام لیا اور ابوجہل کی بدزبانی کے جواب میں ایک حرف بھی نہ کہا لیکن عبداللہ بن جدعان نامی شخص کی ایک لونڈی نے اس واقعہ سے حضرت حمزہ رضؓ کو آگاہ کر دیا یعنے وہ شکار سے واپس آکر خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ کہ لونڈی نے حاضر ہو کر ان سے کہا کہ آج ابوجہل نے تمہارے بھتیجے محمدؐ کو بہت بُرا بھلا کہا ہے۔ اور جسمانی اذیت بھی پہونچائی ہے حضرت حمزہؓ یہ سنکر غضبناک ہو گئے اور فوراً ابوجہل کی طرف بڑھے جو اس وقت اکابر قریش کی جماعت میں شامل تھا۔ اور قریب پہونچ کر اپنی کمان ابوجہل کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور کہا: "ملعون! تو میرے بھتیجہ محمدؐ کو گالیاں دیتا اور تکلیفیں پہونچاتا ہے خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ میں نے اس کے دین کو اختیار کر لیا ہے" اس کے بعد حضرت حمزہ رضؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام[1] قبول کر لیا حضور صلعم اور مسلمان آپ کے اسلام سے بہت خوش

---

[1] بعض مورخین نے بتایا ہے کہ حضرت حمزہ رضؓ نے سنہ ۲ نبوی میں اسلام قبول کیا تھا لیکن جمہور اہل سیر کی تحقیق یہ ہے کہ سنہ ۶ نبوی میں حمزہ رضؓ حلقہ اسلام میں شامل ہوئے تھے ۱۲ مؤلف

ہوئے اور مشرکین قریش کو اس کا سخت صدمہ ہوا اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ "آیندہ محمدؐ کو اذیت پہونچانے میں احتیاط سے کام لیا جائے اس لئے کہ حمزہ رضؓ محمدؐ کا معاون و مددگار بن گیا ہے"

۲۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم۔ وانتم لہا واردون — اب تم اور تمہارے معبود جو اللہ کے سوا ہے دوزخ کا ایندھن ہو۔ تم کو دوزخ میں جانا ہے

اس وقت ابوجہل قریش کی جماعت میں بیٹھا ہوا تھا آیت کو سن کر اس نے جماعت قریش کو مخاطب کر کے کہا۔

"گروہ قریش! محمد تم کو۔ اور تمہارے معبودوں کو گالیاں دیتا قریش کے اعیان و اکابر کو بیوقوف خیال کرتا اور یہ کہتا ہے کہ تم اور تمہارے معبود سب کے سب دوزخ کا ایندھن ہو ہم سے اب ایسی باتیں نہیں سنی جاتیں۔ آج میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ محمدؐ کا خاتمہ ضروری ہے۔ چنانچہ اس فیصلہ کی بناء پر میں اپنی طرف سے اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص محمدؐ کا سر کاٹ کر لائے گا۔ میں اس کو سیاہ و سُرخ بالوں والے سو اونٹ اور ہزار اوقیہ چاندی انعام میں دوں گا"۔

حضرت عمر رضؓ نے جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ابوجہل کے الفاظ سن کر کہا "تم اگر اس وعدہ کی ضمانت دو تو میں یہ کام کرنے کے لئے موجود ہوں" ابوجہل نے کہا "ضمانت کی کیا ضرورت ہے جبکہ بلا تاخیر میں معاوضہ کو ادا کرنے کے لئے تیار ہوں" عمر رضؓ نے کہا۔ کیا تم لات و عزّےٰ کی قسم کھا کر یہ وعدہ کرتے ہو" ابوجہل نے کہا "میں لات عزّےٰ کی

قسم کھا کر یہ وعدہ کرتا ہوں" یہ کہہ کر ابوجہل حضرت عمر رضؓ کا ہاتھ پکڑ کر خانۂ کعبہ کے اندر لے گیا۔ اور سب سے بڑے بت ہبل کے سامنے ایفاء وعدہ کی قسم کھا کر ہبل کو اپنا گواہ بنا لیا۔

اس کے بعد حضرت عمر رضؓ نے تلوار کمر سے باندھی اور تیر و کمان کو شانہ پر رکھا اور حضورؐ کی طرف روانہ ہوتے راستہ میں نعیم بن عبداللہ یا سعد بن وقاص رضؓ نے ان کو اس حال میں دیکھ کر پوچھا" عمر رضؓ! کہاں جا رہے ہو" عمر رضؓ نے کہا۔ میں محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں" ان میں سے ایک نے کہا" محمد کو قتل کر کے تم اس کی قوم بنو ہاشم سے کیونکر اپنے آپ کو بچا سکو گے" عمر رضؓ نے کہا معلوم ہوتا ہے تم بھی محمدؐ سے ہمدردی رکھتے ہو۔ یا اس کے دین کو پسند کرتے ہو۔ بہتر ہے پہلے تمہیں سے فراغت کر لوں" سعد بن ابی وقاص یا نعیم بن عبداللہ نے کہا کہ ہم سے زیادہ تمہاری بہن اور بہنوئی سعید بن زید اس کے مستحق ہیں کیونکہ وہ بھی مسلمان ہو چکے ہیں" یہ سن کر عمر اپنے بہنوئی سعید بن زید رضؓ کے مکان کی طرف چل دیئے۔ ان ایام میں سورۂ طٰہٰ نازل ہوئی تھی اور عمرؓ کی بہن اور بہنوئی نے اس سورۃ کو یاد کرنے کے لئے خباب بن ارت صحابی کو بلا لیا تھا۔ عمر رضؓ جب بہن کے مکان کے دروازے پر پہونچے ہیں۔ دروازہ .... اس وقت بند تھا اور گھر کے آدمی آہستہ آہستہ سورۂ طٰہٰ کو پڑھ رہے تھے۔ عمر رضؓ نے دروازہ پر ٹھہر کر قرأت کو اور پھر دروازہ پر دستک دی۔ خباب بن ارت کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمرؓ آئے ہیں۔ تو وہ ایک کوٹھری میں چھپ گئے۔ اور جس چیز پہ سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی

تھی اس کو چھپا دیا۔ عمر رضؓ نے مکان کے اندر داخل ہو کر پوچھا "میں نے تم کو کچھ پڑھتے سنا تھا۔ تم کیا چیز پڑھ رہے تھے" بہن اور بہنوئی نے کہا کہ ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے" عمر رضؓ غضبناک تو تھے ہی فوراً بہنوئی کی طرف پڑے اور ان کو مارنا شروع کیا عمر رضؓ کی بہن فاطمہ رضؓ نے ان کو بچانا چاہا۔ تو عمر رضؓ نے ان کو بھی مارا اور اس قدر مارا کہ ان کے جسم سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت فاطمہ رضؓ کو یہ دیکھکر کہ عمر ایک عورت اور پھر بہن پر اپنا غصہ اتار رہے ہیں۔ جوش آگیا اور انہوں نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔

قد اسلمنا وتابعنا محمدؐ افافعل مابدالک عمر رضؓ! ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور محمد کی اطاعت کر لی ہے اب تم سے جو کچھ ہو سکے کر لو۔

حضرت عمر رضؓ نے بہن کے اسلامی جوش۔ ایمانی حرارت اور غیر معمولی جرأت کو دیکھا تو ان پر سکتہ ساطاری ہو گیا۔ تھوڑی دیر خاموش کھڑے رہے اور پھر بہن کو خون آلودہ دیکھکر دل میں نرمی و رقت پیدا ہو گئی اور انہوں نے بہن کو مخاطب کر کے کہا "جو چیز تم پڑھ رہے تھے مجھ کو دکھاؤ" بہن نے کہا "مجھ کو اندیشہ ہے کہ تم اس کی بے ادبی کرو گے" عمر رضؓ نے کہا "خدا کی قسم میں اس کی بے حرمتی نہ کروں گا" بہن نے کہا "پہلے تم غسل کر کے پاکی حاصل کر لو اس کے بعد خداوند بزرگ و برتر کے پاک کلام کو ہاتھ میں لینا" عمر رضؓ نے اول غسل کیا اور پھر سورۂ طٰہٰ کے صحیفہ کو گود میں رکھکر پڑھنا شروع کیا جب اس جملہ پر پہونچے کہ۔

وان تجہر بالقول فانہ یعلم السر واخفی اے مخاطب! تو زور سے بولے تو اسے (یعنی

اللہ کو) اس کی احتیاج نہیں ہے وہ تو آہستہ اور زیادہ مخفی بات کو بھی جانتا ہے۔
تو عمر رضؓ پر رقت طاری ہو گئی۔ آنسو آنکھوں سے جاری ہو گئے اور بے اختیار
ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے کہ " یہ کلام کس قدر بہتر کلام ہے۔ اور یہ
خطاب کس قدر گرامی خطاب ہے " خباب بن ارت رضؓ عمر رضؓ کے یہ الفاظ
سُن کر کوٹھری سے باہر نکل آئے اور عمر رضؓ کو مخاطب کر کے کہا " عمر رضؓ!
تم کو بشارت ہو حضور صلعم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی حضور صلعم یہ
دعا فرمایا کرتے تھے کہ۔

اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام اوبعمر بن الخطاب — اے اللہ ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کی ذات سے اسلام کو عزت مرحمت فرما۔

حضرت عمر رضؓ نے خباب بن ارت رضؓ کے یہ الفاظ سنکر کہا " تمہارے
پیغمبر کہاں ہیں میں ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں " حضور صلعم اس
وقت حضرت حمزہ رضؓ یا ارقم رضؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ حضرت خبابؓ
اور حضرت سعید بن زید حضرت عمر رضؓ کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے مکان پر
پہونچ کر حضرت عمر رضؓ نے دستک دی اندر سے ایک شخص نے دروازہ
کے شگاف سے عمر رضؓ کو کمر سے شمشیر باندھے دیکھا اور حاضرین کو آگاہ کیا
حمزہ رضؓ نے حضور صلعم کو مخاطب کر کے کہا " یا رسول اللہ صلعم! دروازہ کھولنے کا حکم دے
دیجئے۔ اگر عمر رضؓ خیر و بھلائی کے ارادہ سے آئے ہیں تو ان کو مبارک ہو۔ اور
کسی بُرے ارادہ سے آئے ہیں۔ تو پھر ان کی تلوار ہو گی اور ان کا سر یعنے میں
انھیں کی تلوار سے ان کا سر اتار لوں گا " حضور صلعم نے حضرت حمزہ رضؓ کے یہ الفاظ

سن کر دروازہ کھولنے کا حکم دے دیا حضرت عمر رضؓ اندر داخل ہوئے اور حضور صلعم نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور ان کی کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "عمر رضؓ! اگر صلح اور بھلائی کے ارادہ سے آئے ہو تو خیر اور کسی بری نیت سے آئے ہو تو میں بھی تمہاری جان لینے کیلئے تیار ہوں" عمر رضؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میں خیر و بھلائی کی نیت سے آیا ہوں" یہ کہکر حضرت عمرؓ نے تیر و کمان اور تلوار کو جسم سے اتار کر زمین پر ڈال دیا اور حضور صلعم کے سامنے بیٹھ کر کہا "میں اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود عبادت کے لائق نہیں ہے اور آپ خدا کے سچے رسولؐ ہیں"

حضرات حمزہ و عمر رضؓ کے مسلمان ہو جانے سے حضورؐ اور مسلمانوں کو نہ صرف خوشی حاصل ہوئی بلکہ بڑی تقویت ملی اور وہ علانیہ حرم کعبہ میں عبادت الٰہی کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو اس واقعہ سے غیر معمولی مسرت حاصل ہوئی ہوگی اس لئے کہ حضرت خدیجہ رضؓ کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی۔ کہ اسلام کو فروغ حاصل ہو اور مسلمانوں کی جماعت میں ایسے لوگ شامل ہوں جو معقول اثر و اقتدار کے مالک ہوں۔

بنو ہاشم سے قریش کا قطع تعلق

سنہ نبوی میں جب مشرکین مکہ نے یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت حبشہ میں پہونچ کر امن و سکون سے زندگی بسر کر رہی ہے اور مکہ میں مسلمانوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے یہاں تک کہ قریش کے دو سر برآوردہ شخص عمر و حمزہ رضؓ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور علانیہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں

مشغول ہیں تو ان کے غیظ و غضب کی کوئی حد نہ رہی اور باہمی مشورہ سے انہوں نے یہ قرار دیا کہ محمدؐ کو قتل کر دیا جائے۔ حضورؐ کے سرپرست چچا ابوطالب کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے حضورؐ کی حمایت و حفاظت پر بنو ہاشم و بنو مطلب کے اعیان سے مشورہ کیا خاندانی حمیت نے سب کو اس پر آمادہ کر دیا کہ وہ اپنے خاندان کے معزز شخص محمدؐ کی حمایت و حفاظت کریں یہاں تک کہ جو لوگ بنو ہاشم و بنو مطلب میں سے اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ بھی حمایت پر کمر بستہ ہو گئے۔

بنو ہاشم و بنو مطلب کے باہمی مشورہ سے ابوطالب نے یہ قرار دیا کہ خاندان کے تمام اشخاص محمدؐ کو لے کر مکہ سے باہر ایک گھاٹی میں جو شعب ابوطالب کے نام سے مشہور ہے چلے جائیں اور جب تک مشرکین قریش سے معاملات طے نہ ہو جائیں وہیں قیام کریں۔ چنانچہ بنو ہاشم و بنو مطلب کے تمام افراد شعب ابوطالب میں چلے گئے ابوجہل اور ابولہب نے اس قرارداد سے اتفاق نہیں کیا اور وہ مکہ ہی میں رہے۔

مشرکین قریش کو جب اس کا علم ہوا۔ تو انہوں نے پھر مشورہ کیا اور یہ قرار دیا کہ بنو ہاشم و بنو مطلب کے تمام افراد سے جملہ قسم کے تعلقات منقطع کر لئے جائیں صرف یہی نہیں۔ بلکہ سرزمین مکہ سے ان کو کسی قسم کا نفع نہ اٹھانے دیا جائے جب تک کہ وہ محمدؐ کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔

قریش مکہ نے اس قرار داد کو عہد نامہ کی صورت میں تحریر کیا۔ اور اس پر مہر لگا کر خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا کہ قریش میں سے کوئی شخص اس

کی خلاف ورزی نہ کرے۔

حضورؐ اور بنو ہاشم و بنو مطلب کے لئے یہ زمانہ بہت نازک تھا مشرکین قریش نے شعب ابوطالب کا محاصرہ کر رکھا تھا نہ تو کسی کو باہر نکلنے دیتے تھے اور نہ کھانے پینے کی کوئی چیز اندر پہونچنے دیتے تھے سختی و تنگی کے اس زمانہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے اپنے بقیہ سرمایہ کو شعب ابوطالب کے محاصرین پر فراخ دلی سے خرچ کیا اور جب تک زر نقد ہاتھ میں رہا باہر سے کسی نہ کسی طرح سامان خوراک منگاتی رہیں۔

مشرکین قریش محاصرین شعب ابی طالب کے ہر وقت درپے رہتے تھے۔ جو شخص گھاٹی سے باہر نکلتا اس کو خوب مارتے پیٹتے اور تکلیفیں دیتے تھے۔ مکہ اور اطراف میں انہوں نے تاجروں کو ہدایت کردی تھی کہ کوئی شخص ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کرے اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ جب محاصرین شعب ابی طالب کسی سے کوئی چیز خرید کرتے تھے تو وہ ان کے ہاتھ بڑی گراں قیمت پر فروخت کرتا تھا صرف یہی نہیں بلکہ قریش نے یہ انتظام بھی کیا تھا کہ بنو ہاشم و بنو مطلب کے رشتہ داروں اور ہمدردوں میں سے بھی کوئی شخص ان کی مدد نہ کرے اور مکہ سے کوئی چیز ان کے پاس نہ بھیجے بایں ہمہ متعدد اشخاص مکہ میں ایسے تھے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ اور دیگر اشخاص کو سامان خوراک پہونچاتے رہتے تھے۔

حج کے ایام اگرچہ امن و سکون کے ایام ہوتے تھے اور عرب میں ہر شخص آزادی سے چلتا پھرتا اور سفر کرتا تھا۔ لیکن ان ایام میں بھی مشرکین

قریش مسلمانوں کو ستاتے اور پریشان کرتے تھے لیئے حضور صلعم جب ان ایام کے امن وسکون سے فائدہ اٹھا کر دعوت وتبلیغ اسلام کے لئے حجاج کے قبائل میں تشریف لے جاتے تو مشرکین آپ کے پیچھے لگ لیتے اور حجاج سے کہتے کہ یہ شخص دیوانہ ہے اس کی باتوں میں نہ آجانا۔

حضور صلعم اور بنو ہاشم و بنو مطلب تین سال تک شعب ابوطالب میں رہے۔ اور اس طویل عرصہ میں سخت تکلیفیں برداشت کیں یہاں تک کہ بعض مورخین کا بیان یہ ہے کہ بھوکے بچوں کے رونے اور چلانے کی آوازیں مکہ تک پہونچ جاتیں اور جس شخص کے کان میں یہ آوازیں پہنچتیں وہ ظلم وستم کی اس زیادتی سے پریشان ہو جاتا اور بے اختیار اس کے قلب میں محاصرین سے ہمدردی پیدا ہو جاتی۔

تین سال تک مشرکین قریش نے جو مظالم محاصرین شعب ابی طالب پر کئے تھے۔ آخر انہوں نے قریش کے ان لوگوں کے پیمانۂ صبر وضبط کو لبریز کر دیا جو بنو ہاشم و بنو مطلب سے قرابت قریبہ رکھتے تھے اور انہوں نے نقض عہد کا ارادہ کر لیا سب سے پہلے نقض عہد کا خیال ہشام بن عمرو بن حارث کے دل میں پیدا ہوا اس نے زہیر بن اُمیہ کے پاس جا کر کہا: "زہیر! کیا یہ بات مناسب ہے کہ ہم اپنے اہل وعیال میں اطمینان وسکون کے ساتھ زندگی بسر کریں طمانیت کے ساتھ کھائیں پئیں اور ناز ونعمت سے رہیں اور ہمارے عزیز قریب بنو ہاشم و بنو مطلب تکلیفیں برداشت کریں اور بھوکوں مریں" زہیر نے کہا: "میں تنہا اس معاملہ میں کیا کر سکتا

ہوں اگر ایک شخص بھی میرا ہم خیال ہوتا تو میں قریش کے عہد نامہ کے پرزے پرزے کر ڈالتا" ہشام نے کہا "اس معاملہ میں۔ میں تمہارا ہم خیال اور مددگار ہوں" زہیر نے کہا "اگر تم ایک اور آدمی کو اپنا ہم خیال بنا سکو تو زیادہ بہتر ہے" ہشام نے کہا "یہ بھی ممکن ہے" یہ کہہ کر ہشام مطعم بن عدی کے پاس گیا اور اس گفتگو کا اعادہ کیا۔ جو زہیر سے ہوئی تھی مطعم نے کہا "میں تمہارا ساتھی ہوں لیکن بہتر یہ ہے کہ ایک اور آدمی کو اپنا ہمخیال بنالیا جائے تاکہ چار آدمیوں کی متحدہ طاقت سے مقصد کو حاصل کیا جاسکے" یہ سن کر ہشام ابوالبختری کے پاس گیا اور اپنا مقصد ظاہر کیا ابوالبختری نے کہا میں تمہارا مددگار ہوں لیکن اس راز کو مخفی رکھا جائے ہشام نے کوشش کرکے اپنی جماعت میں زمعہ بن اسود کو بھی شریک کر لیا اور پانچوں آدمیوں نے رات کی تاریکی میں مشورہ کرکے یہ قرار دیا کہ "تمام اشخاص اس امر کا عہد کرلیں کہ قریش کے باہمی معاہدہ کو توڑنے میں پوری کوشش سے کام لیں گے۔ اور اس ظالم عہدنامہ کا خاتمہ کرکے دم لیں گے" اس کے بعد زہیر نے اپنی جماعت کے لوگوں سے کہا کہ "اب قریش کے مجمع میں چلو اور اس بات کا خیال رکھو کہ میں جو بات قریش سے کہوں تم اس کی تائید کرنا اور صرف مجھ کو گفتگو کرنے دینا چنانچہ پانچوں آدمی قریش کے مجمع میں پہونچے زہیر نے کھڑے ہوکر قریش سے کہا "باشندگان مکہ! کیا یہ مناسب ہے کہ ہم اپنے اہل وعیال میں نازو نعمت سے زندگی بسر کریں۔ کھائیں۔ پئیں اور عمدہ لباس پہنیں اور بنوہاشم و بنو مطلب جو ہمارے عزیز و رشتہ دار ہیں۔ سختی و تنگی میں مبتلا

ہوں اور مکہ کا کوئی شخص ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت تک میں زمین پر نہ بیٹھوں گا۔ جب تک قریش کے صحیفۂ معاہدہ کو پاش پاش نہ کر دوں گا" ابوجہل نے زہیر کے آخری جملے سن کر کہا تو جھوٹا ہے۔ ہرگز ہرگز ہمارے عہد کو نہیں توڑا جا سکتا" زمعہ بن اسود نے کہا" خدا کی قسم! ابوجہل تو زیادہ جھوٹا ہے۔ اس ظالم عہد نامہ سے نہ پہلے ہم کو اتفاق تھا اور نہ اب ہے۔ اور جس روز اس کو لکھا گیا تھا۔ اس روز بھی ہم اس سے خوش نہ تھے" ابوالبختری نے کہا" زمعہ نے سچ کہا اس عہد نامہ سے ہم کو کبھی اتفاق نہیں ہوا" مطعم نے کہا تم دونوں نے سچی بات کہی اور جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے وہ جھوٹا ہے خدا کی قسم! ہم اس عہد نامہ سے بیزار ہیں اور ہم کو ہرگز اس سے اتفاق نہیں ہے" ہشام بن عمر نے بھی کھڑے ہو کر اس کی تائید کی" ابوجہل نے ان پانچوں کی باتوں کو سن کر کہا" خدا کی قسم! ان لوگوں نے باہمی قرارداد اور اتفاق سے یہ کارروائی کی ہے اور یہ ہمارے عہد نامہ کی توہین کر رہے ہیں!"

ابوجہل نے ہر چند اس امر کی کوشش کی کہ قریش میں اختلاف پیدا نہ ہو لیکن ان پانچوں نے اپنی پوری قوت سے قریش کے اندر اختلاف پیدا کر دیا۔ یہ گفتگو جاری تھی کہ ابوطالب ایک جماعت کے ساتھ شعب ابی طالب سے آئے اور اجتماع میں شامل ہو گئے۔ ابوجہل نے یہ سمجھا کہ شاید ابوطالب محاصرہ سے تنگ آ گئے ہیں اور محمدؐ کو ہمارے حوالہ کر دینا چاہتے ہیں لیکن اس کا یہ خیال غلط تھا ابوطالب نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا" جماعت قریش میں ایک

مہم لے کر آیا ہوں۔ جس میں تم سب کی بھلائی ہے تم اپنے عہدنامہ کی تحریر
کو لے آؤ میں اس کے متعلق ایک خاص بات بتاؤں گا" یہ سن کر قریش کے
اعیان خانہ کعبہ کے اندر سے عہدنامہ کو لے آئے ابو طالب نے کہا" تمہارے
اس عہدنامہ پر تمہاری مہر لگی ہوئی ہے" قریش نے کہا" ہاں" ابو طالب نے
کہا" محمدؐ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس معاہدہ کے کاغذ پر
دیمک کو مسلط کر دیا ہے دیمک نے ظلم و جور کے الفاظ کو چاٹ لیا ہے اور
صحیفہ میں صرف خدا کے نام کو باقی چھوڑ دیا ہے۔ محمدؐ نے جو خبر دی ہے اگر
وہ جھوٹی ہوگی اور صحیفۂ عہد درست حالت میں ہوگا تو میں محمدؐ کو تمہارے
حوالہ کر دوں گا۔ خواہ اس کو قتل کر ڈالنا خواہ زندہ رکھنا اور اس کی اطلاع
درست ہوگی تو پھر عہد سے درگذرنا اور انصاف سے کام لینا" ابو طالب
کے یہ الفاظ سن کر قریش نے عہدنامہ کو کھول کر دیکھا تو دیمک نے اس کے
تمام الفاظ کو چاٹ لیا تھا صرف خدا کا نام باقی تھا یہ دیکھکر قریش نے سر جھکا
لیا اور خاموش ہوگئے۔ لیکن ابو جہل اپنی ضد پر قائم رہا اور قریش سے کہا کہ
عہد کو نہ توڑو۔ لیکن اس کی بات کو کسی نے نہیں سنا۔

ابو طالب قریش کے مجمع سے اُٹھ کر کعبہ میں آئے اور کعبہ کے پردوں
میں داخل ہوکر یہ دعا کی۔

اللھم انصرنا علی من ظلمنا وقطع ارحامنا واستحل مایحرم علیہ منا

اے اللہ! تو نے ان لوگوں پر ہم کو کامیابی بخشی جنہوں نے ہم پر ظلم کیا تھا۔ رشتہ داری کے تعلقات کو منقطع کر دیا تھا اور جو چیزیں حرام تھیں ان کو ہمارے لئے حلال کر لیا تھا

اس کے بعد ابو طالب گھاٹی میں واپس چلے گئے اور ان پانچوں آدمیوں نے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ قریش سے یک زبان ہو کر کہا۔

نحن براء من ھذہ الصحیفۃ القاطعۃ الظالمۃ۔ ہم اس ظالم۔ قاطع رحم صحیفہ یعنے عہد نامہ سے بیزار اور بری الذمہ ہیں" اور قریش کے بہت سے آدمیوں نے ان کے خیال سے اتفاق کیا اور اس کے بعد مطعم نے صحیفۂ عہد کو لے کر پارہ پارہ کر دیا۔ پھر ان پانچوں آدمیوں نے اسلحہ زیب جسم کئے اور شعب ابی طالب میں پہنچ کر بنو ہاشم اور بنو مطلب کو گھاٹی سے باہر نکالا اور ان کے گھروں میں پہونچا دیا قریش نے اس تمام کارروائی کو خاموشی سے دیکھا اور ایک حرف زبان سے نہ نکالا۔

تین سال کی سخت تکلیفوں اور اذیتوں کے بعد حضور صلعم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ مکہ میں واپس آئے اور قریش کے باہمی اختلاف سے فائدہ اٹھا کر پھر دعوت و تبلیغ کا کام آزادی سے شروع کیا۔ حضرت خدیجہ رض چند روز میں تین سال کے گذشتہ مصائب کو بھول گئیں اور اسلام کی دعوت کو سرسبز دیکھ کر ان کو انتہا درجہ کی مسرت حاصل ہوئی۔

(۴)
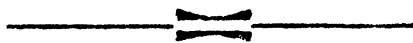
حضرت خدیجہ رض
کی معاشرتی زندگی کے کچھ حالات

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی معاشرتی زندگی کے حالات تاریخوں میں بہت کم ملتے ہیں اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دس سال مسلمانوں کی انتہائی مصروفیت اور پھر انتہائی مصیبت کے ایام تھے اور ان کو ایک لمحہ کے لئے بھی گھر میں چین سے بیٹھنے کا موقع نہ ملتا تھا مستند کتب تاریخ وسیر سے جس قدر حالات مل سکے ہیں اس موقع پر لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا خاندانی پیشہ یا معاش کا ذریعہ تجارت تھی نکاح سے پہلے حضور صلعم بھی ایک مرتبہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کا مال تجارت لے کر شام کی طرف گئے تھے۔ جس میں غیر معمولی نفع حاصل ہوا تھا۔ کسی مستند تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ نکاح کے بعد بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے تجارتی کاروبار کے

سلسلہ میں کوئی سفر کیا تھا۔ البتہ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ نکاح
کے بعد حضور صلعم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے مکان میں اٹھ آئے تھے
اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ نے اپنے تمام مال و اسباب کا مختار
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کردیا تھا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ نبوت سے
پہلے حضور حضرت خدیجہ رضہ کے تجارتی کاروبار کی نگرانی۔ اور حضرت
خدیجہ رضہ کے مشورے سے امور تجارت کی سربراہی کرتے ہوں گے اور
اسی سلسلہ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کو چونکہ
حضور پر کامل اعتماد تھا اور آپ حضور سے غیر معمولی محبت رکھتی تھیں
اس لئے معاشرتی امور میں کبھی کوئی بدمزگی پیدا نہ ہوئی ہو گی چنانچہ
مورخین کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلعم کی ازواج مطہرات
میں صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی مبارک شخصیت ایسی۔۔ تھی جس سے
حضور کو کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی رنج نہیں پہونچا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ
حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی ذات سے حضور کو ہر قسم کی راحتیں میسر ہوئیں
اور صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی امداد و اعانت۔ خیر خواہی و خیر اندیشی
اور تسکین و تسلی نے حضور کو اپنے مقاصد عالیہ میں کامیاب بنایا۔

۲۔ منصب نبوت حاصل ہونے سے پہلے حضور نے پندرہ سال تک
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے ساتھ زندگی بسر کی تھی اس طویل عرصہ میں
حضور نے حضرت خدیجہ رضہ کو اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ نے حضور
کو اچھی طرح پہچان لیا تھا اور ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں میاں بیوی کی

خانگی زندگی کس قدر سکون و طمانیت سے گذری ہوگی بیوی کو شوہر کی پاک طینتی۔ صداقت۔ دیانت۔ اور انصاف پر کامل اعتماد ہوگا۔ اور شوہر کو بیوی کی امانت۔ صداقت اور دیانت پر پورا پورا بھروسہ ہوگا۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ جب غار حرار سے حضور صلعم گھبرائے ہوئے اور پریشان تشریف لائے اور واقعہ بیان کیا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی نے باطنی فراست اور حضور صلعم کی پاکیزہ شخصیت سے فوراً حقیقت کا ادراک کر لیا۔ آپ کی نبوت کی قلبی و زبانی تصدیق کی آپ کو تسکین و تسلی دی اور آپ کی پاکیزہ صفات کا اظہار کر کے بتایا کہ آپ جیسے شخص کو خداوند تعالیٰ ذلیل و رسوا نہیں کر سکتا۔ آپ کو جو شخص نظر آیا ہے حق ہے اور خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

بیوی۔ شوہر کے اعمال و افعال۔ رازہائے سربستہ اور اندرونی زندگی سے اچھی طرح واقف ہوتی ہے اور شوہر کے محاسن و سئیات اس سے مخفی نہیں ہوتے ایسی حالت میں اگر شوہر کوئی سازش کرتا یا حصول مال و اقتدار کے لئے کسی تحریک کو شروع کرتا ہے۔ تو بیوی اس کی حقیقت سے یقیناً واقف ہوتی ہے۔ اور دل سے اس تحریک میں شریک نہیں ہوتی۔ اگرچہ ظاہر میں اس کی مخالفت بھی نہیں کرتی۔ اس بنار پر اگر حضور صلعم کا دعویٰ نبوت (معاذ اللہ) کوئی سازش یا کوئی غیر صحیح تحریک ہوتی تو ہرگز خدیجہ رضی جیسی پاک نفس خاتون اس کی تصدیق و تائید نہ کرتی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے جان و مال کی بازی نہ لگا دیتی۔

حضرت خدیجۃ الکبری رضؓ نے حضرت جبرئیلؑ کے تشریف لانے اور وحیٔ الٰہی سنانے کا واقعہ حضورؐ کی زبان سے سن کر ایک لمحہ کا غور و فکر کئے بغیر اس کی تصدیق کی اور وحیٔ الٰہی کے نزول کی جو گرانی اور غیر معمولی واقعہ کے وقوع میں آنے کا جو خوف آپ پر طاری تھا اس کو لطیف و شیریں باتوں اور حقائق آمیز الفاظ سے دور کرنے کی کوشش شروع کردی خود بھی حضورؐ کو اس امر کا یقین دلایا کہ جو واقعہ رونما ہوا ہے وہ خدا کی مشیت سے وقوع میں آیا ہے اور پھر قریش کے سب سے بڑے کتب الٰہیہ کے عالم ورقہ بن نوفل کے پاس لے جاکر حضورؐ کو حقیقت سے آگاہ کرایا یہ سب حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اس لئے کیا کہ کہیں حقیقت سے ناواقف رہ کر حضور صلعم اوس کی گرانی کو برداشت نہ کرسکیں۔ جو وحیٔ الٰہی سے آپ پر طاری تھی۔

اس کے بعد تین سال تک وحیٔ الٰہی کے منقطع رہنے کے زمانہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ برابر حضورؐ کو تسکین و تسلی دیتی رہیں۔ اور انقطاع وحی سے حضورؐ پر جو گرانی طاری رہی اس کو برابر دور کرتی رہیں یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو انقطاع وحی کے طویل زمانہ میں بھی کبھی ایک لمحہ کے لئے اس امر کا خطرہ قلب و دماغ میں پیدا نہیں ہوا کہ غار حراء میں جو واقعہ رونما ہوا تھا.. اس کی کوئی اصلیت نہ تھی۔ اور حضورؐ نے جو کچھ وہاں مشاہدہ کیا تھا وہ واہمہ یا معاذاللہ دماغی خلل تھا بلکہ غار حراء کے واقعہ کے بعد حضرت خدیجہ رضؓ برابر حضورؐ

کی نبوت کو صحیح و درست خیال کرتی رہیں اور انقطاع وحی کو مصلحت خداوندی پر محمول کر کے حضورؐ کو برابر اس امر کا یقین دلاتی رہیں۔ کہ خدا نے آپ کو مخلوق الٰہی کی ہدایت پر مامور فرمایا ہے آپ اپنے کام کو جاری رکھیں۔ اور اپنی نبوت کی تبلیغ کریں۔ چنانچہ حضورؐ برابر اس کام میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ انقطاع وحی کا زمانہ ختم ہو گیا اور نزول وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

کیا یہ ممکن نہ تھا کہ انقطاع وحی کے زمانہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ اپنے اس عقیدہ سے منحرف یا کم از کم بدگمان ہو جاتیں جو غار حرا کے واقعہ کو سن کر ان کے دل و دماغ میں مستحکم ہو گیا تھا۔ اور کیا یہ ممکن نہ تھا کہ قریش کا وہ تمسخر و استہزار جو غار حرا کا واقعہ سن کر انہوں نے شروع کیا تھا حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے دل و دماغ میں شکوک و شبہات پیدا کر دیتا ممکن تھا اور ہر طرح ممکن تھا لیکن خداوند تعالےٰ نے جو بصیرت حضرت خدیجہ کو مرحمت فرمائی تھی۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے دل و دماغ میں شکوک و شبہات یا بدگمانی کو پیدا نہ ہونے دیا اور آپ ہمیشہ اس عقیدہ پر مضبوطی سے قائم رہیں کہ حضورؐ خدا کے نبی ہیں۔

پھر عطائے نبوت کے بعد خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضورؐ کے ساتھ دس سال کی طویل مدت بسر کی اور اس عرصہ میں ایک لمحہ کے لئے حضرت خدیجہؓ کے قلب میں حضورؐ کی زندگی کے کسی واقعہ سے متاثر ہو کر یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ حضورؐ کا دعوے نبوت مشکوک ہے۔ بلکہ اس طویل عرصہ

میں حضورؐ کی زندگی کا ہر واقعہ آپ کے یقین کو بڑھاتا رہا اور آخر وقت تک آپ کا قلب شکوک و شبہات سے محفوظ رہا۔

ان حقائق کو معلوم کر لینے کے بعد ہر شخص آسانی کے ساتھ یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان میاں بیوی کی زندگی کس قدر پاکیزہ بسر ہوئی ہوگی۔ جن میں سے میاں خدا کا سچا پیغمبر تھا اور بیوی دنیا کی سب سے پہلی مسلمان جس کے دل میں کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی میاں کی نبوت میں شک و شبہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اپنی جان اور اپنے مال کو اپنے رسولؐ شوہر کے حوالہ کر دیا تھا۔ اور کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی باہمی بدمزگی نہ ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ایسے شدائد اور مصائب کے ایام میں بھی جو عزیزوں کو عزیزوں سے جدا کر دیتے ہیں اور دل و دماغ کو مستحکم محبت سے خالی کر دیتے ہیں۔

۳۔ نبوت سے قبل ایک روز حضور صلعم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو مخاطب کر کے فرمایا "خدا کی قسم! میں کبھی لات و عزّےٰ (بتوں) کی پرستش نہ کروں گا" ان الفاظ سے حضورؐ کا منشاء حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو یہ بتانا تھا۔ کہ ہماری قوم (قریش) اگرچہ بتوں کی عبادت کرتی ہے اور لات و عزّےٰ بتوں کو اپنا معبود سمجھ کر ان کی بڑی عزت کرتی ہے۔ لیکن میں ان کو ہیچ سمجھتا ہوں اور ان کو معبود سمجھکر کبھی ان کی پرستش نہ کروں گا۔ یعنی میری یہ روش تم کو بری تو نہ معلوم ہوگی۔۔ اور میرا یہ عقیدہ تمہارے مزاج کے خلاف تو نہ ہوگا" حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے کہا

کے جواب میں فرمایا کہ "لات کو جانے دیجیے۔ عزیٰ کو جانے دیجیے" یعنے ان کا تو ذکر نہ کیجیے۔" حضرت خدیجہ رضؓ نے اپنے اس جواب سے گویا حضورؐ کو یہ بتایا۔ کہ حقیقت میں لات و عزیٰ کی عبادت فطرۃً حقہ کیخلاف ہے۔ عبادت تو دوسری چیز ہے ان کا تو نام بھی نہ لیجیے۔

اس سلسلہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ اور حضورؐ کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنے جسم و جاں دونوں کو حضورؐ کے حوالہ کر دیا تھا اور کسی ایسے کام کو کرنا جو حضورؐ کی مرضی اور خواہش کے خلاف ہوتا تھا۔ حضرت خدیجہ اپنے اوپر حرام سمجھتی تھیں اور ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ میاں بیوی کے درمیان کس قدر الفت و محبت ہو گی اور دونوں کی ازدواجی و معاشرتی زندگی کس قدر سکون و طمانیت سے بسر ہوئی ہو گی۔

۴۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو حضورؐ کی راحت و آسائش کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ نکاح کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنے زرخرید غلام زید بن حارثہ رضؓ کو حضورؐ کی ملکیت میں دے دیا تھا۔ اور حضورؐ نے زید بن حارثہ کو بیٹوں کی طرح رکھا۔ اور آزاد کر دیا تھا انھیں زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہ ہیں۔ جن سے حضورؐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضؓ کا نکاح کر دیا تھا۔ لیکن میاں بیوی میں موافقت نہیں ہوئی۔ اور حضرت اسامہ رضؓ نے حضرت زینب رضؓ کو طلاق دے دی اور اس کے بعد حضورؐ نے ان سے نکاح کر لیا۔

۵۔ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رض اگرچہ دولت مند تھیں اور گھر میں لونڈی غلام بھی موجود تھے۔ لیکن حضور صلعم کی خدمت خود کرتی تھیں یہاں تک کہ گھر کے معمولی سے معمولی وہ کام جو حضور صلعم کی آسائش و خدمت سے تعلق رکھتے تھے۔ خود کیا کرتی تھیں اور ہر وقت حضورؐ کی خاطر و مدارات اور ہمدردی و دلجوئی میں لگی رہتی تھیں۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ "خدیجہ رض برتن میں (آپ کے کھانے کے لئے) کچھ لا رہی ہیں آپ ان کو خدا کا اور میرا سلام پہونچا دیجئے"۔

۶۔ حضور صلعم کو حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رض سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور اتنی ہی محبت حضرت خدیجہ رض کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی جب تک حضرت خدیجہ زندہ رہیں حضورؐ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ اور آپ کی وفات کے بعد اکثر حضورؐ آپ کا ذکر فرماتے رہے حضرت خدیجہ رض کی وفات کے بعد حضور صلعم کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ حضرت خدیجہ رض کی سہیلیوں کو تحائف و ہدایا بھیجا کرتے اور حضرت خدیجہ رض کی یاد کو تازہ رکھتے تھے۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے کہ جب حضور صلعم گھر میں کوئی جانور ذبح فرماتے تو اوس کا گوشت ڈھونڈھ ڈھونڈ کر حضرت خدیجہ رض کی سہیلیوں کے پاس بھجوا دیتے تھے۔ حضرت عائشہ رض کا بیان ہے کہ میں نے اگرچہ خدیجہ رض کو نہیں دیکھا تھا۔ لیکن مجھ کو ان پر رشک آتا تھا۔ اس لئے کہ حضورؐ ہمیشہ اور ہر موقع پر ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ میں نے اس سلسلہ میں

کچھ عرض کیا تو حضورؐ نے فرمایا "خدا نے مجھ کو انکی محبت مرحمت فرمائی ہے"
۷۔ حضرت خدیجہ رضؓ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضؓ
کی بہن ہالہ بنت خویلد حضورؐ سے ملنے آئیں اور دروازہ پر ٹھہر کر حضورؐ
سے حاضری کی اجازت طلب کی حضورؐ نے ان کی آواز سن کر جو حضرت
خدیجہ کی آواز سے بہت مشابہ تھی فرمایا "خدیجہ رضؓ کی بہن ہالہ ہوں گی"
حضرت عائشہ رضؓ اس وقت حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھیں حضور صلعم کے
الفاظ سن کر ان کو بہت رشک ہوا اور عرض کیا "آپ کیا ایک بڑھیا کا
ذکر کرتے ہیں۔ جو مر چکی ہیں خدا نے آپ کو ان سے اچھی بیویاں مرحمت
فرمائی ہیں" حضور صلعم نے اس کے جواب میں فرمایا "خدیجہ رضؓ سے بہتر ہرگز
کوئی نہیں ہے۔ لوگوں نے جس وقت میری تکذیب کی اس وقت انہوں
نے میری تصدیق کی۔ لوگ جب کفر کی نجاست میں مبتلا تھے انہوں نے
اسلام کی روشنی قبول کی۔ جب میرا کوئی معاون و مددگار نہیں تھا انہوں
نے مجھ کو مدد دی اور (سب سے بڑی بات یہ ہے کہ) میری ساری اولاد
انھیں سے ہوئی"

ان چند باتوں سے اس امر کا کافی اندازہ ہو جائے گا۔ کہ حضرت
خدیجۃ الکبریٰ رضؓ اور حضور صلعم کی معاشرتی زندگی اس قدر مطمئن اور
مسرور گذری ہے۔ کہ اس زمانہ میں تو کیا آئندہ بھی اس قدر پُر کیف
اور پاکیزہ زندگی نظر نہیں آئی۔ اور اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ
حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو خدا نے اسی لئے پیدا کیا تھا کہ آپ زمانہ کے

گرم و سرد سے واقف ہو کر حضورؐ کی زوجیت کا فخر حاصل کریں۔ اور امت مسلمہ کے صبر و استقامت کے عہد میں نہ صرف ان کا ساتھ دیں بلکہ ان کو ہر قسم کی مدد پہونچائیں۔ چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے اپنی خدمت کو خوبی کے ساتھ ادا کیا۔ اور اپنے مال۔ اپنی جان۔ اور اپنی ہر ممکن کوشش سے اسلام کو فائدہ پہونچایا۔

(۵)

وفات

نبوت کا دسواں سال حضور صلعم اور مسلمانوں کے لئے انتہائی حزن و ملال کا سال تھا۔ جس میں دو اہم واقعے رونما ہوئے اور مسلمانوں پر ان کے وقوع میں آنے سے گویا مصائب و آفات کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ان دونوں واقعوں کو ہم ذرا تفصیل سے یہاں لکھتے ہیں۔

ابوطالب کی وفات ابوطالب حضرت علی رضؓ کے والد اور حضور صلعم کے حقیقی چچا تھے حضورؐ کے والد ماجد عبداللہ چونکہ حضور صلعم کی پیدائش سے پہلے وفات پا چکے تھے اس لئے حضورؐ کو آپ کے دادا عبدالمطلب نے پرورش کیا تھا حضور صلعم کی عمر آٹھ سال کی تھی کہ عبدالمطلب نے وفات پائی اور اپنے بیٹے ابوطالب کو حضورؐ کی تربیت سپرد

کی ابوطالب نے حضور صلعم کی پرورش اپنے بچوں کی طرح کی اور ہر موقع پر حضور صلعم کی حمایت وحفاظت کا فرض ادا کیا۔ یہاں تک کہ دعوت وتبلیغ اسلام کے زمانہ میں کفار قریش سے تعلقات ترک کر دیئے اور حضورؐ کی حمایت وحفاظت کی نبوت کا دسواں سال تھا کہ ابوطالب نے وفات پائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے سب سے بڑے سردار اور چچا کی سرپرستی سے محروم ہو گئے۔

وفاتِ خدیجۃ الکبریٰ ابوطالب کی وفات کے تین یا پانچ دن بعد اور بقول بعض ایک ماہ پانچ روز بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور حضور صلعم ان کی امداد واعانت سے محروم ہو گئے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ پچیس یا چوبیس سال تک حضور صلعم کی زندگی میں شریک رہیں اور ہجرت مدینہ سے پانچ یا تین سال پہلے پینسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا مورخین کا بیان ہے کہ آپ کی وفات ماہ رمضان ۱۰ سنہ نبوی میں ہوئی اور مقبرۂ حجون میں آپ کو دفن کیا گیا نماز جنازہ اس وقت تک چونکہ شروع نہ ہوئی تھی اس لئے حضور صنے آپ کے جنازہ پر دعا پڑھی اور خود آپ کو قبر میں اتارا۔

ابوطالب اور خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی وفات سے حضور صلعم پر کوہ غم ٹوٹ پڑا اور اس سال کا نام حضورؐ نے عام حزن (سال اندوہ یا غم کا سال) رکھا اس لئے کہ سب سے بڑا صدمہ پہلی مرتبہ حضورؐ کو اسی سال میں اٹھانا پڑا تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ اور ابو طالب کی وفات نے مشرکین قریش کے گھروں میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑا دی اس لئے کہ حضورؐ کو ستانے اور اسلام کی دعوت کو روکنے میں جو شخصیتیں مزاحم ہوتی تھیں وہ ان کی راہ میں اب حائل نہ رہیں۔ اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف وہ جن مدبیروں کو عمل میں لانا چاہتے تھے۔ اب آزادی سے ان کو عمل میں لانے کا موقع مل گیا۔

مشرکین قریش ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی وفات سے بہت خوش تھے اور اپنے دل ودماغ میں یہ خیال قائم کرلیا تھا کہ اب حضورؐ کی تحریک کا خاتمہ کر دینا اور مسلمانوں کو کفر و شرک کی طرف واپس لے آنا بہت آسان ہوگا اور دس سال سے قریش کی قوم میں اسلام کی تحریک سے جو افتراق و انشقاق پایا جاتا ہے وہ اب ختم ہو جائے گا۔

ادہر قریش اپنے دل و دماغ کی پیداوار کو عملی جامہ پہنانے کی تدبیروں میں مصروف تھے اور حضورؐ کی زندگی کا خاتمہ کرکے اسلام کی تحریک کو معاذ اللہ ختم کر دینا چاہتے تھے اور اُدہر قدرت ان کی تدبیروں پر مسکرا رہی تھی۔

قریش نے ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی وفات کے بعد وہ سب کچھ کیا جو ان کی طاقت میں تھا۔ لیکن قدرت نے ان کی ایک تدبیر کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا اسلام برابر پھیلتا رہا اور مسلمانوں کی تعداد برابر بڑھتی رہی یہاں تک کہ اسلام مکہ کی محدود وسعت سے نکل کر مدینہ تک پہونچ گیا اور وہاں اس نے بہت تھوڑے عرصہ میں اتنی ترقی حاصل

کر لی کہ مدینہ دارالاسلام بن گیا اور مکہ کے مسلمانوں نے کفر و شرک کی سرزمین کو ترک کر کے مدینہ دارالاسلام میں پناہ لی اور پھر طاقت حاصل کر کے چند سال میں خدا کے گھر کو کفر و شرک کی آلائش سے پاک کر دیا۔ اور مکہ کو دارالامن بنا دیا۔

---

(۶)

اولاد

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے جو بچے پہلے دو شوہروں سے ہوئے تھے ان کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ حضور صلعم سے جو اولاد ہوئی تھی اس کا ذکر تفصیل سے یہاں کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے بطن سے حضورؐ کے چھ بچے ہوئے جن کے نام اور مختصر حالات یہ ہیں۔

۱۔ قاسم۔ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت قاسم رضہ حضورؐ کے سب سے پہلے صاحبزادے تھے جو نکاح کے دو یا تین سال بعد پیدا ہوئے تھے انھیں کے نام سے حضور صلعم ابوالقاسم کنیت فرماتے تھے۔ بعض مورخین کا بیان یہ بھی ہے کہ حضرت قاسم رضہ نکاح کے ایک سال بعد پیدا ہوئے حضرت قاسم رضہ چار سال زندہ رہے اور بعض کہتے ہیں دو یا

ڈیڑھ سال زندہ رہے۔ بعض نے بتایا ہے کہ حضرت قاسم پیروں چلنے لگے تھے۔ کہ وفات پائی صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت قاسم رضؓ نے سترہ مہینے کی زندگی پائی اور ظہور اسلام سے پہلے انتقال فرمایا۔

۲۔ **زینب رضؓ** حضرت قاسم رضؓ کے بعد حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں۔ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت زینب رضؓ نکاح کے پانچ سال بعد بعثت نبوی صلعم سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔

بعض مورخ کہتے ہیں۔ کہ حضرت زینب رضؓ حضور صلعم کی سب سے پہلی اولاد تھیں لیکن یہ روایت درست نہیں ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ حضرت زینبؓ حضور صلعم کی تیس سال کی عمر میں حضرت قاسم رضؓ کے بعد پیدا ہوئیں البتہ یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت زینب رضؓ حضور صلعم کی سب سے پہلی بیٹی تھیں

حضرت زینب رضؓ کی شادی حضورؐ نے ہجرت سے پہلے حضرت زینب رضؓ کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس سے کر دی تھی ابوالعاص اس زمانہ میں مشرکین قریش کے دین پر تھے۔ ہجرت نبویؐ کے وقت حضرت زینب رضؓ اپنے شوہر ابوالعاص کے ساتھ مکہ میں تھیں اور جنگ بدر تک مکہ میں رہیں۔ سنہ ۲ھ میں جنگ بدر وقوع میں آئی۔ مسلمانوں نے مشرکین قریش پر فتح حاصل کی اور انکے نوے آدمی گرفتار کر لیے جنمیں حضورؐ کے داماد ابوالعاص بھی

مشرکین قریش کے گرفتار شدہ اشخاص کی رہائی کا معاوضہ چار ہزار درہم فی شخص مقرر کیا گیا تھا۔ جو لوگ خوش حال اور دولت مند تھے زر فدیہ دے کر رہا ہو گئے اور جو لوگ فدیہ ادا کرنے کے قابل نہ تھے ان سے زر فدیہ . . . .

نے معاوضہ میں دوسری خدمات لی گئیں۔ ابوالعاص کی رہائی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضؓ نے مکہ سے وہ ہار بھیجا جو ان کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے ان کو جہیز میں مرحمت فرمایا تھا حضور صلعم نے اس ہار کو دیکھا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ یاد آگئیں اور آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپ نے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا "اگر تم پسند کرو یا مناسب سمجھو تو خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی بیٹی زینب رضؓ کو اس کی ماں کی یہ یادگار (یعنے ہار) واپس کردو" صحابہ نے اس رائے کو قبول کرلیا۔ ہار کو واپس کردیا۔ اور ابوالعاص کو اس شرط پر رہائی دے دیگئی۔ کہ وہ حضرت زینب کو مدینہ منورہ بھیجدیں چنانچہ ابوالعاص نے مکہ پہونچ کر حضرت زینب کو حضور رضؓ کے پاس مدینہ میں بھیجدیا اور حضرت زینب رضؓ حضورؐ کے پاس رہنے لگیں۔

سنہ ۲ھ کے آخر میں حضرت زینب رضؓ کے شوہر ابوالعاص ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ مدینہ کے قریب سے گذرے مسلمانان مدینہ نے اس قافلہ پر حملہ کیا سارا سامان چھین لیا اور قافلہ کے آدمیوں کو گرفتار کرلیا ابوالعاص گرفتار ہوکر مدینہ میں آئے تو حضرت زینب رضؓ نے ان کو پناہ دی اور حضورؐ سے ان کی سفارش کی حضورؐ نے ابوالعاص کو رہا کرادیا اور قافلہ کا سامان واپس دلادیا۔ ابوالعاص پر اس واقعہ کا بہت اثر پڑا۔ وہ سامان لے کر مکہ معظمہ پہونچے۔ اور جو سامان ان کی تحویل میں تھا اور جو امانتیں ان کے پاس رکھی ہوئی تھیں ان سب کو ان کے مالکوں کے حوالہ

کر دیا اس کے بعد لین دین کے معاملات کو ہموار اور صاف کیا اور پھر مدینہ میں تشریف لاکر مشرف باسلام ہوئے حضورؐ آپ کے اسلام سے بہت خوش ہوئے اور حضرت زینب رضؓ کو ان کے گھر بھیجدیا یہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے۔

حضرت زینب رضؓ ابوالعاص کے اسلام لانے کے بعد زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہیں ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے یا فتح مکہ کے بعد آپ نے انتقال فرمایا حضورؐ نے آپ کی نسبت فرمایا ہے ہی افضل بناتی اصیبت فی زینبؓ میری بیٹیوں میں سب سے بہتر تھی جس نے میری وجہ سے بڑی بڑی تکالیف برداشت کی ہیں۔

حضرت زینب رضؓ کے دو بچے ہوئے تھے۔ ایک لڑکا جس کا نام علی تھا اور دوسری لڑکی جس کا نام امامہ تھا بعض مورخین کا بیان تو یہ ہے کہ علی اور امامہ دونوں نے حضرت زینبؓ کی زندگی ہی میں انتقال کیا اور بعض مورخ کہتے ہیں کہ دونوں حضرت زینبؓ کے بعد عرصۂ دراز تک زندہ رہے فتح مکہ ۸ھ میں علی حضورؐ صلعم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے اور حضرت ابوبکر رضؓ کے عہد خلافت میں شام کی جنگ یرموک میں شریک ہوئے تھے اسی جنگ میں ۱۳ھ میں آپ نے شہادت پائی۔ حضرت امامہ رضؓ سے حضورؐ کو غیر معمولی محبت تھی یہاں تک کہ بعض اوقات حضورؐ ان کو کاندھے پر لئے ہوئے نماز پڑھا دیتے تھے حضورؐ کی وفات کے وقت امامہ سن شعور کو پہونچ چکی تھیں ان کے والد ابوالعاص رضؓ نے وفات کے وقت حضرت زبیر رضؓ کو یہ وصیت کردی تھی کہ وہ امامہ کا نکاح کردیں چنانچہ حضورؐ صلعم کی وفات کے چھ ماہ بعد حسب

حضرت فاطمہ رضؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت زبیر بن عوام رضؓ نے امامہ کا نکاح حضرت علی رضؓ سے کر دیا اور حضرت علی رضؓ کی شہادت کے بعد امامہ رضؓ نے حضرت علی رضؓ کی ہدایت کے موافق مغیرہ بن نوفل سے نکاح کر لیا۔

زینبؓ کے دونوں بچوں علی و امامہ کی تاریخ پیدائش کسی صحیح تاریخ سے معلوم نہیں ہو سکی۔

۳۔ عبد اللہؓ حضرت زینبؓ کے بعد حضورؐ کے دوسرے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضؓ پیدا ہوئے جن کا لقب طیب و طاہر تھا۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ رضؓ عہد اسلام میں پیدا ہوئے اور صرف دو سال زندہ رہ کر وفات پائی

اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا مشرکین قریش اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ حضرت قاسم رضؓ کی وفات کے بعد جب حضورؐ کے دوسرے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضؓ بھی رحلت فرما گئے تو کفار قریش نے کہا "محمدؐ کے دونوں لڑکے مر گئے اور ان کی نسل منقطع ہو گئی" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ان شانئک ھو الابتر   اے محمدؐ! تیرا دشمن ہی بے نام و نشان ہو جائے گا۔

۴۔ رقیہؓ:۔ حضرت عبد اللہ رضؓ کے بعد پیدا ہوئیں جو حضرت زینبؓ سے تین سال چھوٹی تھیں۔ ان کی پہلی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوئی تھی عہد نبوت میں جب ابولہب کی نسبت یہ سورۃ نازل ہوئی۔

تبت یدا ابی لہب و تب ما اغنی عنہ   ہلاک ہو جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے

مالہ وما کسب ۵ سیصلی نارا ذات اور وہ خود بھی ہلاک ہو۔ اس کا مال اور
لہب وامراتہ حمالۃ الحطب ۵ فی اس کی کمائی اس کے کام نہ آئی عنقریب
جیدھا حبل من مسد۔ وہ اور اس کی چغلی کھانے والی بی بی جس
کے گلے میں کھجور کی رسی ہے یہ دونوں دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔
تو ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کہا کہ
اگر تم محمدؐ کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہ کرو گے تو میں تم سے علحدہ ہو جاؤں
گا اس دھمکی سے متاثر ہو کر عتبہ و عتیبہ نے حضورؐ کی صاحبزادیوں رقیہ و ام
کلثوم کو طلاق دے دی طلاق کے بعد حضور صلعم نے حضرت رقیہ رض کا نکاح
حضرت عثمان رض سے کر دیا۔ حضرت عثمان رض کے ساتھ حضرت رقیہ نے حبشہ
کی طرف ہجرت کی اور کئی مہینے حبشہ میں رہے۔ پھر مکہ واپس چلے آئے اور
کچھ عرصہ بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

سنہ ۲ھ میں جبکہ حضورؐ غزوہ بدر پر تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت
رقیہ رض بیمار تھیں حضورؐ نے حضرت عثمان رض کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ
میں چھوڑ دیا تھا اس علالت سے حضرت رقیہ جاں بر نہ ہو سکیں اور اس
روز وفات پائی جس روز کہ حضرت اسامہ بن زید رض نے مدینہ میں واپس
آ کر فتح کی خوشخبری مسلمانوں کو سنائی تھی حضور صلعم کو حضرت رقیہ رض کی
وفات کا سخت صدمہ ہوا مدینہ میں واپس تشریف لائے تو آپ نے عورتوں
کو حضرت رقیہ رض کی وفات کے صدمہ میں روتے ہوئے پایا بے اختیار
آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور آپ نے عورتوں کو رونے سے

نہیں منع فرمایا۔ بدر سے واپس تشریف لاکر حضورؐ حضرت رقیہ رضؓ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضؓ آپ کے ساتھ تھیں حضرت فاطمہ رضؓ قبر کے پاس بیٹھ کر رونے لگیں۔ حضورؐ نے حضرت فاطمہ رضؓ کی آنکھوں سے آنسو پاک کیے۔ اور فرمایا "الحمد للہ۔ دفن البنات من المکرمات خدا کا شکر و احسان ہے۔ بیٹیوں کو دفن کرنا موجب عزت و عظمت ہے"

ہجرت مدینہ سے دو سال پہلے حضرت رقیہ رضؓ کے بطن سے حضرت عثمان کا ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔ حضرت عثمان رضؓ اسی بچہ کے نام سے ابوعبداللہ کنیت فرماتے تھے عبداللہ نے صرف چھ سال زندہ رہ کر جمادی الاولیٰ سنہ ۴ھ میں وفات پائی۔

۵۔ **ام کلثوم** رضؓ حضرت رقیہ رضؓ کے بعد عہد نبوت سے پہلے پیدا ہوئیں اصلی نام معلوم نہیں اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ بعض مورخین نے آمنہ نام بتایا ہے۔ لیکن تحقیق سے صحیح ثابت نہیں ہوا۔ اول ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا جب عتیبہ نے ماں باپ کے کہنے سے ان کو طلاق دے دی تو حضرت رقیہ رضؓ کے بعد حضورؐ نے ان کا نکاح سنہ ۲ھ یا سنہ ۳ھ میں حضرت عثمان رضؓ سے کر دیا۔

حضرت ام کلثوم رضؓ سے حضرت عثمان رضؓ کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا لیکن بعض روایات میں جن کی تحقیق نہیں ہو سکی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضؓ سے ایک لڑکا ہوا تھا دو سال کی عمر میں ایک مرغ نے اس کی آنکھ میں چونچ ماری تھی۔ جس کے صدمہ سے وہ مر گیا۔

نکاح کے بعد حضرت ام کلثوم رضہ صرف چھ سال زندہ رہیں اور ۹ھ
میں انتقال فرمایا حضرت عثمان رضہ کو چونکہ حضور صلعم کی دو صاحبزادیوں سے
نکاح کا شرف حاصل ہوا تھا اس لئے حضرت عثمان رضہ کا لقب ذی النورین
ہوگیا۔

۴۔ فاطمہ رضہ۔ حضور صلعم کی سب سے چھوٹی صاحب زادی ہیں جو نبوت سے
پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ذی الحجہ ۲ھ میں حضرت علی رضہ سے آپ کا نکاح
ہوا اور حضور صلعم کی وفات کے چھ ماہ بعد آپ نے انتقال فرمایا آپ نے صرف ۲۹
سال کی عمر پائی اور آپ کے بطن سے حضرت علی رضہ کے چھ بچے پیدا ہوئے۔ دو
بچپن میں انتقال کر گئے۔ اور چار عرصۂ دراز تک زندہ رہے۔ جن سے حضرت
علی رضہ کی نسل چلی۔

حضرت فاطمہ رضہ کی اولاد

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی اولاد میں سے چونکہ سلسلۂ نسل صرف حضرت
فاطمہ رضہ سے جاری رہا ہے اس لئے مختصر طور پر حضرت فاطمہ رضہ کی اولاد اور اولاد
کی اولاد کا حال لکھنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

عام مورخین کا بیان تو یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضہ کے پانچ بچے ہوئے تھے
لیکن مدارج النبوۃ وغیرہ کتب سیر میں ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ چھ بچے
پیدا ہوئے تھے۔ جن میں سے دو یعنی محسن اور رقیہ بچپن میں انتقال کر گئے
اور چار یعنی حسنؑ۔ حسینؑ۔ زینب اور ام کلثوم عمر طبعی کو پہونچے۔ ہم ان چاروں

کے حالات درج کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت امام حسن رضؓ

حضرت فاطمہ رضؓ کے سب سے پہلے اور بڑے صاحبزادے ہیں جو ۱۵ شعبان یا ۱۵ رمضان سنہ۳ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر سات یا آٹھ سال کی تھی کہ آپ کے نانا حضور رضؓ نے انتقال فرمایا۔ چھ ماہ بعد والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضؓ نے رحلت کی سنہ۴۰ھ میں جبکہ آپ کی عمر ۳۷ سال کی تھی آپ کے والد ماجد حضرت علی رضؓ کو شہید کیا گیا۔ اور کوفیوں نے آپ کو اپنا خلیفہ بنالیا آپ نے صرف چھ ماہ خلافت کی اندر پھر شیعیان علی رضؓ کی غداری و نافرمانی سے تنگ آکر خلافت سے دستکش ہوگئے اور معاویہ رضؓ کو امارت وخلافت کا منصب مرحمت فرمادیا۔

خلافت سے دست برداری کے بعد آپ نے مدینہ میں مستقل سکونت اختیار کی اور جو وظیفہ امیر معاویہ رضؓ نے مقرر کردیا تھا اس سے طمانیت و سکون کے ساتھ زندگی بسر فرماتے رہے۔

امیر معاویہ رضؓ کے حق میں خلافت سے دست برداری کے بعد حضرت امام حسن رضؓ صرف نو سال اور بقول بعض گیارہ سال زندہ رہے سنہ۴۹ھ یا سنہ۵۰ھ میں انتقال فرمایا اور بقیع غرقد میں دفن ہوئے۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن رضؓ نے اپنی زندگی میں نوے عورتوں سے نکاح کیا تھا۔ بظاہر یہ تعداد مبالغہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مورخین

کی تحقیقات اور قرآن سے صحیح و درست ثابت ہوئی ہے۔ اور اتنے نکاح کرنا
نہ تو شرعاً ممنوع ہے۔ جبکہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں نہ
ہوں اور نہ عرفاً و اخلاقاً کوئی نامعقول بات ہے۔ عرب میں متعدد نکاحوں کا
عام رواج تھا قریش کے اکثر افراد خصوصاً خاندان بنو ہاشم کے اکابر ایسے
تھے۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں بہت سے نکاح کئے تھے اور کثیر تعداد اولاد
رکھتے تھے۔ رہا یہ کہ حضرت امام حسن رضؓ چند روز ایک بیوی کو رکھ کر طلاق
دے دیا کرتے تھے اور آپ کا یہ فعل مذہبی معاشرت اور اطلاق کے خلاف
تھا اس کے متعلق زیادہ غور و خوض اور رکیک تاویلات اختیار کرنے کی ضرورت
نہیں ہے۔ جبکہ یہ تاریخی واقعہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ عراق خصوصاً کوفہ
کے لوگ اپنی بیٹیوں کو خاندان رسالت سے پیوستگی کی سعادت حاصل کرنے کے
لئے خود حضرت امام حسن رضؓ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ اور اس قسم کی
آرزو ظاہر کیا کرتے تھے۔ کہ آپ ہماری بیٹی سے نکاح کر لیں۔ خواہ اس کو دس
روز رکھ کر طلاق دے دیں ظاہر ہے کہ حضرت امام حسنؓ رضؓ نے جو اخلاق مجسم
تھے شریف خواتین اور مخلص مسلمانوں کی درخواستوں کو رد کرنا مناسب نہ سمجھا
ہوگا اور بہت سے نکاح اسی قسم کی خواہشات پر کئے ہوں گے اور جن عورتوں
سے نکاح کئے ہوں گے ان سے آپ کو اور آپ سے ان کو محبت بھی رہی ہوگی
لیکن شرعی احکام کی پابندی کے سبب آپ نے ان کو زیادہ عرصہ تک اپنے
نکاح میں نہ رکھا ہوگا اور چونکہ اس قسم کے نکاح اور واقعات طلاق [illegible]
یعنے میاں بیوی کی رضامندی سے وقوع میں آتے تھے اس لئے ان میں کوئی

شدہی۔ اور اخلاقی خرابی پیدا نہ ہوتی تھی ۔

حضرت امام حسن رضؓ نے ۴۸۔ یا ۴۹ سال کی عمر پائی اگر آپ کا پہلا نکاح کم از کم ۱۴ سال کی عمر میں ہوا ہو گا۔ تو آپ کی ازدواجی زندگی کی مدت ۲۵ سال قرار پاتی ہے۔ اس پینتیس ۳۵ سال کی مدت میں آپ کا نوے نکاح کرنا کوئی غیر معقول بات نہیں ہے ان نکاحوں میں سے بیشتر ایسے تھے ۔ جو دوسروں کی خواہش سے کئے گئے تھے چند ایسے تھے۔ جو حضرت امام حسن رضؓ نے اپنی مرضی سے کئے تھے اور چند ایسے بھی تھے جو حضرت علی رضؓ کی مرضی و اجازت سے ہوئے تھے۔ اگر ان نکاحوں کو نوعیت کے اعتبار سے برابر تقسیم کیا جائے۔ تو نوے کی تعداد کچھ زیادہ اہم نہیں رہتی ۔

پھر یہ بھی ممکن ہے کہ نوے عورتوں کی تعداد میں لونڈیوں کی بھی کچھ تعداد ہو جن کا ذکر مورخین نے منکوحہ عورتوں میں کر دیا ہو۔ اس لئے کہ لونڈی کے بطن سے کوئی بچہ پیدا ہو جانے کے بعد لونڈی بھی منکوحہ کے مانند ہو جاتی ہے ۔

مورخین نے حضرت امام حسن عؑ کے عہد شباب کے حالات تفصیل سے نہیں لکھے ہیں اور نہ یہ بتایا ہے کہ ان کا پہلا عقد کب ہوا۔ لیکن مورخین کی یہ فروگذاشت صرف امام حسن رضؓ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اکثر اعیان اسلام اور اکابر مذہب کے متعلق ان کی روش یہی رہی ہے اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مورخین نے ... اشخاص کی زندگی میں صرف ان حالات و وقائع کو زیادہ لیا ہے۔ جو بحیثیت خادم اسلام ہونے کے ان کی ذات سے وقوع

میں آئے ہیں اور شخصی و ذاتی حالات جہاں ضرورت ہوئی ہے تبعاً ذکر کر دیئے ہیں۔ حضرات حسنین رضؓ نے حضور صلعم کی رحلت کے بعد ہوش سنبھالا پھر خلفائے راشدین کے عہد میں بیرونی واقعات اور اندرونی مواخذات اس کثرت سے وقوع میں آئے۔ کہ اشخاص کے حالات کی فراہمی اور تحقیق کا موقع لوگوں کو بہت کم ملا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جن اشخاص کے بیانات سے تاریخ مرتب ہوئی ہے۔ وہ اکثر مدینہ سے باہر رہے اور مدینہ کے لوگوں کے حالات کا ان کو بہت کم علم ہوا اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کے قرن اول کی تاریخ اشخاص کے مخصوص ذاتی اور خانگی حالات سے خالی ہے۔

حضرت امام حسن رضؓ کی اولاد میں مورخین کے درمیان بڑا اختلاف ہے ان تمام روایات سے جو اس سلسلہ میں منقول ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسن رضؓ کے تیس ۳۰ بچے پیدا ہوئے جن میں سے پندرہ لڑکیاں اور پندرہ لڑکے تھے۔ لڑکوں کے نام مورخین نے یہ بتائے ہیں۔

محمد ۱ رح۔ جعفر ۲ رح۔ زید ۳ رح۔ حسین ۴ رح۔ طلحہ ۵ رح۔ اسمٰعیل ۶ رح۔ حمزہ ۷ رح۔ عبدالرحمٰن ۸ رح۔ یعقوب ۹ رح۔ عمر ۱۰ رح۔ عبداللہ الاصغر ۱۱ رح۔ قاسم ۱۲ رح۔ عبداللہ ۱۳ یہ ابو بکر رح۔ عبداللہ الاکبر ۱۴ رح۔ حسن مثنیٰ ۱۵ رح

ان میں سے مورخین نے بعض کی اولاد کا ذکر کیا ہے اور بعض کی اولاد کا ذکر کہیں نہیں پایا جاتا چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت حسن مثنیٰ رح کے پانچ لڑکے پیدا ہوئے جن سے حضرت امام حسن رضؓ کا سلسلۂ نسل جاری ہوا۔ اور ان کے نام یہ ہیں۔

داؤد رح۔ جعفر رح۔ ابراہیم رح۔ حسن مثلث رح۔ عبداللہ المحض رح۔ ان میں سے حضرت حسن مثلث اور عبداللہ المحض کی اولاد نے ترقی کی اور سلسلۂ نسل انھیں دونوں کی اولاد سے جاری ہوا۔

حضرت حسن مثلث کی اولاد کی تعداد معلوم نہیں لیکن تاریخوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ کے پوتے حسین بن علی رح نے موسیٰ ہادی عباسی خلیفہ کے عہد میں خلافت کے خلاف خروج کیا تھا۔ اور فخ کے مقام پر جو عراق و مکہ کے درمیان واقع تھا۔ حکومت کی فوج سے مقابلہ کیا تھا۔ اسی مقابلہ میں وہ اور ان کے ساتھی مارے گئے۔

حضرت عبداللہ المحض رح کے چھ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔

محمد رح۔ یحییٰ رح۔ ادریس رح۔ سلیمان رح۔ ابراہیم رح۔ موسیٰ الجون رح۔

ان میں سے محمد رح اور ان کے بھائی ابراہیم رح نے ابوجعفر منصور عباسی خلیفہ کے عہد میں حکومت کے خلاف خروج کیا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت عبداللہ المحض رح زندہ تھے۔ عرصۂ دراز تک تو ابوجعفر کو محمد بن عبداللہ رح کا پتہ نہ چلا۔ آخر اس نے مجبور ہو کر حضرت عبداللہ المحض رح اور بنو فاطمہ کے دوسرے افراد کو قیدخانہ میں بند کر دیا اس کی خبر جب محمد بن عبداللہ المحض کو ہوئی تو انھوں نے ظاہر ہو کر حکومت کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ خود مدینہ پر حملہ کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنے بھائی ابراہیم رح کو عراق روانہ کیا کہ وہ ایک معین تاریخ پر خروج کریں اور بنو فاطمہ کو ابوجعفر کی قید سے نکال لائیں۔

دونوں بھائیوں نے حکومت سے مقابلہ کیا لیکن اپنی کوششوں میں ناکام رہے اور میدان کارزار میں مارے گئے۔ ابوجعفر نے ان کے والد عبداللہ المحض کو بھی کوفہ کے قیدخانہ میں مروڈالا یا خود مر گئے۔

ادریس بن عبداللہ المحض رح جو محمدؑ بن عبداللہ رح اپنے بھائی کے ساتھ جنگ میں شریک تھے بھائی کے مارے جانے پر مراکش کی جانب بھاگ گئے جہاں کچھ عرصہ تک مخفی رہے اور پھر طاقت حاصل کر کے مراکش میں مشہور فاطمی ادریسی حکومت قائم کرلی۔ اور یحییٰ ابن عبداللہ المحض رح اپنے بھائی محمدؑ بن عبداللہ المحض رح کے شہید ہوجانے پر حجاز سے بھاگے اور دیلم پر اپنا اقتدار قائم کرلیا۔ ہارون رشید نے یحییٰ بن عبداللہ المحض کا وظیفہ مقرر کر کے امان نامہ لکھدیا۔ اور اپنے پاس بغداد میں رکھا۔ کچھ عرصہ بعد جب برمکی خاندان کے وزیر کو یہ معلوم ہوا کہ ہارون رشید امان نامہ کی شکست کے جواز پر علماء سے فتوے لے چکا ہے۔ اور یحییٰ ابن عبداللہ المحض کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس نے یحییٰ ابن عبداللہ رح کو بغداد سے باہر نکال دیا اور پھر ان کا پتہ نہ چلا اسی کے نتیجہ میں برمکی خاندان پر عتاب شاہی نازل ہوا اور ہاروں نے برامکہ کے تمام اکابر کو قیدخانہ میں بند کر کے قتل کرادیا۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت حسن مثنیٰ رح کے صاحب زادے حضرت عبداللہ کے چار بیٹوں نے فاطمی خلافت کو قائم کرنے کی کوشش کی ان میں سے صرف ایک ادریس رح اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے اور تین ناکام رہے۔

حضرت عبداللہ المحض رح کی اولاد میں سے موسیٰ الجون رح کا سلسلۂ نسل

جاری رہا ممکن ہے اور یمن بن عبداللہ وغیرہ سے انکی نسل چلی ہو۔

حضرت موسیٰ الجون رح کے دو بیٹے ہوئے جن کے نام ابراہیم اور عبداللہ ثانی ہیں اور ان میں سے غالباً کسی نے سیاست میں حصہ نہیں لیا۔ ابراہیم کی اولاد کا پتہ نہیں عبداللہ ثانی کے پانچ لڑکے ہوئے۔ جن کے نام احمد[1]۔ یحییٰ[2] العریقی۔ سلیمان[3]۔ صالح[4]۔ اور موسیٰ[5] ثانی۔ ہیں ان میں سے موسیٰ ثانی کے سترہ لڑکے ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

عیسیٰ[1]۔ ابراہیم[2]۔ سلیمان[3]۔ عبداللہ[4]۔ حمزہ[5]۔ احمد[6] اصغر۔ صالح[7]۔ علی[8]۔ حسین[9] اصغر۔ حسین[10] اکبر۔ اسحٰق[11]۔ احمد[12]۔ یوسف[13]۔ یحییٰ[14]۔ حسن[15]۔ محمد اکبر[16]۔ داؤد[17]۔

ان میں سے داؤد کے تین بیٹے ہوئے جن کے نام حسن[1]۔ موسیٰ[2]۔ اور محمد[3] روحی ہیں۔ محمد روحی کے پانچ بیٹے ہوئے جن کے نام احمد[1]۔ علی[2]۔ ابواللیل۔ عبداللہ اور یحییٰ الزاہد ہیں۔

ان میں سے یحییٰ الزاہد کے پانچ بیٹے ہوئے جن کے نام علی[1]۔ محمد[2]۔ احمد[3]۔ یحییٰ[4]۔ اور عبداللہ الجیلی ہیں۔

ان میں سے عبداللہ الجیلی کے تین بیٹے ہوئے جن کے نام حمزہ[1] علی[2] اور ابوصالح جنگی دوست ہیں۔

ابوصالح جنگی دوست کے بیٹے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح ہیں اور سادات حسنی کا بڑا سلسلہ انھیں کے بیٹوں سید عبدالعزیز اور سید عبدالرزاق سے چلا ہے۔

۲۔ حضرت امام حسین رضؓ

حضرت فاطمہ رضؓ کے دوسرے صاحبزادے ہیں ۴ شعبان سنہ ۴ھ کو حسین بن پیدا ہوئے آپکی عمر چھ یا سات سال کی تھی۔ کہ آپ کے نانا حضورؐ نے انتقال فرمایا چھ ماہ بعد والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضؓ کا انتقال ہوا والد ماجد حضرت علی رضؓ کے عہد خلافت میں آپ فوجی وجنگی مشاغل میں شامل رہے اور حضرت علی رضؓ کو انسے غیر معمولی مدد پہونچی۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی حضرت امام حسن کے ساتھ رہے۔ پھر جب حضرت امام حسن رضؓ نے خلافت حضرت امیر معاویہ رضؓ کو مرحمت فرمادی۔ تو آپ حضرت امام حسن کے ساتھ مدینہ میں چلے آئے آپ اگرچہ امیر معاویہ رضؓ کی خلافت کے مخالف تھے۔ لیکن برادر معظم کی عظمت کے خیال سے مخالفت کا اظہار نہ کرتے تھے

حضرت امام حسن رضؓ کی وفات کے بعد دس سال تک آپ امن وسکون سے مدینہ منورہ میں رہے اور امیر معاویہ رضؓ برابر آپ کو وظیفہ بھیجتے رہے امیر معاویہ کی وفات کے بعد جب یزید بن معاویہ رضؓ خلیفہ ہوا تو کوفہ کے لوگوں نے آپ کو خلافت کی طمع دلائی اور ادھر یزید نے آپ کو مخالف پاکر حاکم مدینہ کو لکھا کہ حضرت امام حسین رضؓ سے بیعت خلافت کی جائے۔ حاکم مدینہ نے آپ سے بیعت کی درخواست کی جس کو آپ نے اس وقت ٹال دیا اور گھر واپس آکر فوراً مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

آپ مکہ میں اقامت پذیر تھے کہ کوفیوں کی طرف سے خطوط آنا شروع

ہوئے جن کا مضمون یہ تھا کہ کوفی یزید کی بیعت کو پسند نہیں کرتے آپ کوفہ تشریف لے آئیں تاکہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے اور آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے۔ اول تو حضرت امام حسین رضؓ نے ان خطوط کی طرف توجہ نہ کی لیکن جب خطوط کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہو گئی اور کوفیوں کے اصرار سے آپ مجبور ہو گئے۔ تو آپ نے کوفہ کی طرف روانگی کا ارادہ کر لیا۔

مکہ کے اہل الرائے اور اعیان بنو ہاشم کو جب آپ کے ارادہ کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا اور کہا کہ "کوفیوں پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ آپ کے والد ماجد کے ساتھ برا سلوک کر چکے ہیں۔ اور آپ کے بڑے بھائی کے ساتھ غداری کی ہے" حضرت امام حسین رضؓ نے ان مشورات کو غالباً درست خیال نہیں کیا یا خود غرضی پر محمول کیا اور عام مخالفت کے باوجود مکہ سے روانگی کا ارادہ کر لیا۔

اول حضرت امام حسین رضؓ نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل رضؓ کو اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ اور جب کوفہ سے حضرت مسلمؓ نے حضرت حسینؓ کو یہ اطلاع دی کہ کوفہ کی ساری آبادی ہماری ہوا خواہ ہے اور تیس ہزار آدمیوں نے میرے ہاتھ پر آپ کی خلافت کی بیعت کر لی ہے۔ تو حضرت امام حسینؓ اہل و عیال کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

آپ اطمینان و سکون سے کوفہ کا سفر طے کر رہے تھے۔ کہ کوفہ سے چند منزل ادھر آپ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت مسلم رضؓ کو شہید کر دیا گیا ہے یہ اطلاع پا کر آپ نے اپنا سفر ملتوی کر دیا لیکن حضرت مسلم رضؓ کے بھائیوں اور بیٹوں نے

التوائے سفر کی مخالفت کی اور کہا کہ "ہم مسلم رضؓ کے خون کا انتقام لئے بغیر واپس نہ جائیں گے" حضرت امام حسین رضؓ نے ان کی مخالفت سے متاثر ہو کر کوفہ کی طرف کوچ کر دیا۔ اور کوفہ کے قریب مقام کربلا میں پہونچ کر قیام فرمایا۔

اول حاکم کوفہ عبید اللہ بن زیاد اور حضرت امام حسین رضؓ کے درمیان صلح کی گفتگو ہوئی اور متعدد اشخاص اس سلسلہ میں فریقین سے ملے لیکن شرائط صلح پر اتفاق نہ ہو سکا مختصر یہ کہ دسویں محرم سلائٹہ کو کربلا کا ہولناک واقعہ وقوع میں آیا۔ یعنی چند گھنٹوں کی جنگ نے حضرت امام حسین رضؓ کے نوّے (۹۰) ہمراہیوں میں سے بہتر[۷۲] آدمیوں کو جام شہادت پلا دیا مورخین کا بیان ہے کہ اس معرکہ میں اہلبیت نبوی ؐ کے سولہ[۱۶] یا سترہ[۱۷] آدمی شہید ہوئے اور بعض اشخاص کا بیان یہ ہے کہ صرف سترآدمی[۷] بنو فاطمہ میں سے شہید ہوئے۔

صحیح روایات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس جنگ میں اہلبیت نبوی میں سے اشخاص ذیل شہید ہوئے تھے۔

حضرت امام حسین رضؓ۔ حضرت[۲] امام حسن رضؓ کے تین صاحبزادے قاسم[۳] عبد اللہ الملقب بہ ابی بکر رضؓ۔ عبد اللہ[۴] الاصغر۔ حضرت امام حسین رضؓ کے دو صاحبزادے۔ علی اکبر[۵] اور عبد اللہ[۶]۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر کے دو صاحبزادے یعنی حضرت امام حسین رضؓ کی بڑی بہن حضرت زینب رضؓ کے لڑکے[۷] محمد رحؓ۔ اور عون[۸] رحؓ حضرت علی رضؓ کے بھائی حضرت عقیل رضؓ کے چار صاحبزادے مسلم[۹]۔ عبد اللہ[۱۰]۔ عبد الرحمن[۱۱]۔ جعفر[۱۲]۔ یہ کل بارہ ہوئے بقیہ کا حال معلوم نہیں ہوا۔

حضرت امام حسین رضؓ کی اولاد میں مورخین کے درمیان بڑا اختلاف ہے
بعض چار بیٹے بتاتے ہیں اور بعض چھ بیٹے اور دو یا تین بیٹیاں کہتے ہیں ہماری
تحقیق یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضؓ کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں جن
کے نام یہ ہیں۔ علی اکبر رضؓ علی اوسط رحؒ۔ علی اصغر۔ جعفر۔ محمدؒ۔ فاطمہ صغرےٰ۔
سکینہ رضؓ۔ ان میں سے علی اکبر رضؓ اور علی اصغر۔ یا جعفر۔ یا محمد جن کا دوسرا نام
عبداللہ بتایا جاتا ہے میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ اور تین بیٹے باقی رہے تین
ان بیٹوں میں سلسلۂ نسل علی اوسط سے جاری ہوا جن کا دوسرا نام امام زین العابدین
ہے۔ حضرت علی اوسط زین العابدین بنو فاطمہ میں اپنے وقت کے ممتاز
بزرگ تھے اور عبادت و زہد میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے ان کے گیارہ یا بارہ
بیٹے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

حسین اصغر۔ عبداللہ۔ سلیمان۔ حسین اکبر۔ حسن اصغر۔ عمر اشرف۔ علی
اصغر۔ محمد اصغر۔ عبدالرحمن۔ حسن اکبر۔ زید شہید۔ ابوجعفر محمد باقر۔ ان میں
حضرت زید شہید رحؒ نے ہشام بن عبدالملک اموی خلیفہ کے عہد میں خلافت کے
خلاف خروج کیا۔ اور حکومت سے مقابلہ میں شہید ہوئے۔ انہیں حضرت
زید رحؒ کے متبعین کو زیدیہ کہا جاتا ہے۔ پھر ولید بن یزید اموی خلیفہ کے عہد
میں حضرت زید کے بیٹے یحییٰ رحؒ نے خروج کیا اور شہید کر دئے گئے بعض
مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عمر اشرف اور ان کی اولاد نے بھی حصول خلافت
کے لئے جدوجہد کی تھی۔

امام زین العابدین کے ان تمام بیٹوں میں سے حضرات زید شہید۔ عمر اشرف

ابو جعفر محمدؐ باقر رحمۃ کی نسل نے بڑی ترقی کی ہندوستان کے سادات میں سے معتبر خاندان انھیں کی نسل سے ہیں۔

ابوجعفر محمد باقر رح جو سادات حسینی کے بزرگ اور فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے پانچویں امام ہیں اپنے وقت کے ممتاز بزرگ تھے ان کے پانچ بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ ابراہیم۔ ابو تراب علی۔ زید۔ عبیداللہ حسن۔ جعفر صادق

ان میں سے جعفر صادق علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے چھٹے امام تھے ان کے آٹھ بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

محمدؐ عبداللہ۔ علی عریضی۔ محمدؐ دیباج یا محمد المامون۔ اسحٰق موتمن۔ عباس یحییٰ۔ اسمٰعیل ثانی۔ موسیٰ کاظم۔

ان میں سے اسمٰعیل ثانی اور موسیٰ کاظم کی نسل نے بڑی ترقی کی اور اطراف عالم میں پھیلی اور ان میں بہت سے بزرگ اور اولیاء اللہ ہوئے۔

موسیٰ کاظم رح اپنے وقت کے بزرگ خاندان اور فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے ساتویں امام تھے ان کے چار بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں

سید ادریس۔ سید علی اکبر۔ سید ہارون۔ سید علی رضا۔ ان میں سے سید ادریس کی اولاد میں سے حضرت خواجہ اجمیری رح ہیں۔ سید علی اکبر کی اولاد میں سے سید بہاؤالدین نقشبندہیں۔ سید ہارون کی اولاد میں سے سید مخدوم کیسہ باز ہیں۔

سید علی رضا فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے آٹھویں امام کے پانچ بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

ابراہیم۔ ابو جعفر حسن۔ ہادی۔ محمد موسیٰ۔ ابو جعفر تقی الجواد

ان میں سے ابو جعفر تقی الجواد فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نویں امام ہیں جن کے سات بیٹے ہوئے اور ان کے نام یہ ہیں۔
موسیٰ۔ جعفر۔ زید۔ علی ہادی۔ ابوالحسن۔ ابوطالب۔ علی نقی۔ ان میں سے علی ہادی کی اولاد میں سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی ہیں
حضرت علی نقی فرقۂ امامیہ اثنا عشریہ کے دسویں امام ہیں ان کے چھ بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔
جعفر معروف بہ علی۔ حسن۔ عبداللہ علی اکبر۔ ابو زید۔ حسین۔ حسن عسکری
ان میں سے جعفر معروف بہ علی کی اولاد میں سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح۔ سید جلال الدین بخاری۔ شرف الدین مخدوم شاہ ولایت ہیں۔ اور عبداللہ علی اکبر کی اولاد میں سے خواجہ ناصر الدین چشتی ہیں اور حسین کی اولاد میں سے شاہ محمد باسط قلندر ہیں۔

حسن عسکری رح فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے گیارہویں امام ہیں ان کا صرف ایک بیٹا ابوالقاسم محمد ہوا تھا ابوالقاسم بقول حضرات شیعہ بچپن میں ایک تہ خانہ کے اندر گھس گئے تھے اور پھر باہر نہ نکلے انھیں کو شیعہ حضرات امام منتظر یا مہدی موعود کہتے ہیں۔

۳۔ زینب کبریٰ رض

حضرت فاطمہ رض کی بڑی صاحبزادی ہیں جن کی شادی حضرت جعفر طیار سے ہوئی تھی۔ ان کے چار بچے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ عباس۔ عون

جعفرؓ۔ علیؓ ان میں سے دو بچے میدان کربلا میں شہید ہوئے ان سے اور عباسؓ سے نسل نہیں چلی صرف علی سے جن کا دوسرا نام عبداللہ تھا۔ سلسلہ نسل جاری ہوا۔ ان کی اولاد سادات زینبی کہلاتی ہے۔

۴۔ ام کلثومؓ

حضرت فاطمہ رضؓ کی چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ جن کی شادی فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضؓ خلیفۂ دوم سے ہوئی تھی۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ ان کے بطن سے حضرت عمر رضؓ کے دو بچے ہوئے تھے۔ ایک لڑکی جس کا نام رقیہ تھا اور دوسرا لڑکا جس کا نام زید تھا۔

---

(۷)

فضائل

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے فضائل کا احاطہ ناممکن ہے سب سے بڑی فضیلت آپکی یہ ہے کہ آپنے دعوت و تبلیغ اسلام کی راہ میں جو مشکلات حضورؐ کو پیش آتی تھیں۔ انکو اپنی جانی و مالی خدمات سے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک دور کیا چنانچہ احادیث میں آیا ہے کہ حضورؐ صلعم کو کفار قریش کی تکذیب سے جو رنج و صدمہ ہوتا اور مشرکین قریش کے ہاتھوں سے جو اذیت حضورؐ کو پہنچتی تھی اسکا اثر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو دیکھتے ہی دور ہو جاتا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ حضور صلعم کو

ھموم و غموم پاکر آپ کے پاس بیٹھ جاتیں اور اس خوبی سے تسکین و تسلیٰ دیتیں کہ حضورؐ کا تکدر فوراً رفع ہو جاتا۔

دوسری بڑی فضیلت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی یہ ہے کہ آپکی سب سے چھوٹی بیٹی فاطمہ زہراؓ سے خاندان نبوت کا سلسلہ چلا اور ان کی اولاد میں سے بیشمار اعیان امت پیدا ہوئے۔

ان فضائل کے بعد مزید فضائل کی غالباً ضرورت نہیں ہے لیکن سیرۃ نگاری کے فرض کو محسوس کرتے ہوئے چند اور فضائل درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ عبدالرحمٰن بن زید سے مروی ہے کہ حضورؐ نے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ آدم علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ قیامت کے دن اگرچہ میں تمام انسانوں کا سردار (سید البشر) کہلاؤں گا لیکن میری اولاد میں سے ایک پیغمبر پیدا ہوگا۔ جس کا نام احمد ہوگا وہ مجھ سے دو باتوں میں افضل ہوگا ایک تو یہ کہ اس کی بیوی نبوت کے کاموں میں اس کی مددگار ہوگی برخلاف اسکے میری بیوی نے مجھ کو خدا کا گنہگار بنایا اور جنت سے نکلوا دیا دوسرے یہ کہ خدا اس پیغمبر کو شیطان پر غلبہ مرحمت فرمائیگا اور شیطان اس کا مطیع ہو جائے گا (مدارج النبوۃ) اس روایت میں حضورؐ کی بیوی سے مراد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں۔

۲۔ امام احمد حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلدؓ فاطمہ بنت محمدؐ۔ مریم بنت عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی ہیں۔

۳۔ جس امت میں مریم بنت عمران پیدا ہوئیں اس کی تمام عورتوں میں

مریم بنت عمران افضل ہیں اور امت محمدی کی تمام عورتوں میں خدیجہ بنت خویلد افضل ہیں۔ (بخاری و مسلم)

۴۔ ابو ہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ جبرئیل ؑ حضورؐ کے پاس آئے اور فرمایا "خدا کے رسول! یہ خدیجہ رضہ آرہی ہیں (یعنے غار حرا میں) جن کے پاس برتن ہے کہ اسمیں سالن یا کھانا ہے جب وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں تو آپ اُن کو ان کے پروردگار کی طرف سے سلام پہنچانا اور یہ بشارت دینا کہ جنت کے اندر ان کے لئے ایک موتی کا محل بنایا گیا ہے۔ اس محل میں نہ تو شور و غل ہے اور نہ رنج و افسردگی (بخاری و مسلم)

۵۔ عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ حضور صلعم کی بیویوں میں جتنا رشک مجھکو خدیجہ رضہ پر ہوتا تھا اتنا کسی اور بیوی پر نہیں حالانکہ میں نے ان کو دیکھا تک نہیں تھا۔ (اور اس رشک کا سبب یہ تھا کہ) حضورؐ ان کو اکثر یاد فرمایا کرتے تھے اور جب کبھی آپ کوئی بکری ذبح فرماتے تو اس کے گوشت کے حصے خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ میں بعض اوقات حضورؐ سے کہدیا کرتی تھی کہ آپ کے خیال میں خدیجۃ الکبریٰ کے سوا دنیا میں کوئی عورت ہی نہ تھی۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے کہ خدیجہ رضہ ایسی تھی اور ویسی تھی اور انکے بطن سے میری اولاد ہے (بخاری و مسلم)

۶۔ عبداللہ بن جعفر رضہ کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ میں حضرت علی کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حضورؐ نے یہ فرمایا ہے کہ "(اپنے زمانہ کی) عورتوں میں سب سے بہتر مریم بنت عمران ہیں اور (اپنے زمانہ کی) عورتوں میں سب سے بہتر خدیجہ رضہ بنت خویلد ہیں اس حدیث کے ایک راوی وکیع نے یہ حدیث بیان کرکے آسمان و زمین کیطرف اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ آسمان و زمین کے درمیان تمام عورتوں سے

بہتر و افضل مریم اور خدیجہ رض ہیں (مسلم)

۶۔ حضرت عائشہ رض کہتی ہیں کہ حضور خدیجہ رض کا ذکر اکثر فرمایا کرتے تھے ایکروز حضرت خدیجہ رض کا ذکر سن کر میں حضور سے ناراض ہو گئی اور عرض کیا کہ آپ کو تو ہر وقت خدیجہؓ خدیجہؓ رہتا ہے حضور نے یہ سنکر ارشاد فرمایا۔ خدیجہ رض کی (محبت) مجھ کو (خدا کی طرف سے) خاص طور پر عطا کی گئی ہے" (مسلم)

۷۔ حضرت عائشہ رض کہتی ہیں کہ حضور کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے اسقدر محبت تھی کہ خدیجۃ الکبریٰ کی زندگی میں حضور نے کسی عورت سے عقد نہیں کیا۔ (مسلم)

۸۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک روز خدیجہ رض کی بہن ہالہ بنت خویلد حاضر ہوئیں اور حضور سے حاضری کی اجازت طلب کی حضور کو ان کے اجازت طلب کرنے پر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے اجازت طلب کرنا یاد آگیا اور اس سے حضور بہت خوش ہوئے اور یہ فرمایا" اے اللہ! یہ تو ہالہ بنت خویلد (یعنی خدیجہ کی بہن) ہیں!" حضور صلعم کے یہ الفاظ سن کر مجھ کو رشک ہوا اور میں نے عرض کیا" یہ آپ قریش کی ایک بڑھیا کا کیا ذکر فرمایا کرتے ہیں جنکی پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں۔ اور منہ میں دانت نہ تھے۔ جو عرصہ ہوا وفات پا چکی ہیں اور خدا نے اس سے بہتر بدل آپکو مرحمت فرما دیا ہے" حضور نے حضرت عائشہؓ کے یہ الفاظ سن کر فرمایا کہ خدیجہ رضؓ سے بہتر ہرگز کوئی عورت نہیں۔ لوگوں نے جس وقت میری تکذیب کی اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی۔ لوگ جب کفر کی نجاست میں مبتلا تھے انہوں نے اسلام کی روشنی قبول کی" (مسلم)